
مشینوں کا شہر
کرشن چندر

مشینوں کا شہر

کرشن چندر

نسیم بکڈپو کچہری روڈ - لاہور

ناشر : سعید اے شیخ
ادارہ : نسیم بک ڈپو، کچہری روڈ، لاہور
بار اول : ۱۹۷۹ء
تعداد : گیارہ سو
مطبع : الجدہ پرنٹرز، لاہور
قیمت : ۱۲ روپے

۱۹۹۵ء عیسوی تک چاند پر انسان نے بہت سی آبادیاں بنا ڈالی تھیں۔ یہ آبادیاں ان آتش فشاں پہاڑوں کی چوٹیوں کے گڑھوں میں تیار کی گئی تھیں۔ جن سے اب لاوا نکلنا بند ہو چکا تھا۔ ہر چوٹی کے اوپر چاند کو اوپر والے شہاب ثاقب سے بچنے کے لئے نہ ٹوٹنے والے کانچ یا پلاسٹک کا گنبد کھڑا کیا گیا تھا۔ اس گنبد کی لمبائی چوڑائی اور اونچائی آتش فشاں پہاڑ کی چوٹی کے حساب سے تیار کی جاتی تھی۔ کریٹر ڈر ماس کا قطر چھ میل تھا۔ اور اس گنبد کے اندر چھ ہزار انسان رہتے تھے۔ اس گنبد کے اندر سے اندرونی چٹانوں کو دبا کر ان سے پانی حاصل کیا جاتا تھا اور نقلی آب و ہوا تیار کی گئی تھی۔ جس میں انسان سانس لے سکتے تھے۔ گندی ہوا باہر نکالنے کا بھی انتظام تھا۔ اس گنبد کے اندر بلڈنگیں تھیں اور باغات، پیڑ جن کے پتوں پر پلاسٹک کے غلاف چڑھا دیئے گئے تھے۔ پھل، پھول، پارک، سینما، اسکول، کالج اور دکانیں قائم ہو گئی تھیں۔ کانوں سے بے شمار سونا چاندی اور ہیرے جواہرات اور دوسری دھاتیں نکال کر زمین کو بھیجی جاتی تھیں۔ ان گنبدوں سے باہر نکلنا

اب بھی خطرے سے خالی نہ تھا کیونکہ چاند کی سطح کے گرد زمین میں کرہ ہوائی تخلیق کرنے کی تمام کوششیں بے کار ثابت ہو چکی تھیں۔

پھر بھی چاند پر انسانی آبادی تیزی سے بڑھ رہی تھی کیونکہ چاند کے اندر چٹانوں کے نیچے بے شمار قیمتی معدنیات کی کانیں دریافت ہو چکی تھیں جنہیں بڑے بڑے راکٹوں کے ذریعے زمین تک پہنچایا جاتا تھا۔ کبھی کبھی کوئی حادثہ بھی ہو جاتا تھا۔ کوئی راکٹ کسی گرتے ہوئے شہاب ثاقب سے ٹکرا کر چکنا چور ہو جاتا لیکن ایسے حادثے کم ہوتے تھے۔

کریٹروں پر جو پلاسٹک کے گنبد تعمیر کئے گئے تھے۔ وہ اس قدر مضبوط تھے کہ چاند کی سطح پر دن رات گرنے والے چھوٹے چھوٹے شہاب ثاقب اس پلاسٹک کو توڑ نہیں سکتے تھے۔ اور اگر کبھی کوئی بڑا شہاب ثاقب گرتا اور مضبوط پلاسٹک کو توڑنے میں کامیاب ہو جاتا تو فوراً اس کے نیچے کا تہہ دار پلاسٹک کا ٹکڑا خود کار مشینوں کے ذریعے پھیلتا ہوا ایک لمحہ میں اس شگاف کو ڈھک دیتا۔ انسانی آبادی کی حفاظت کے لئے ہر گنبد سات پرت کا تیار کیا جاتا تھا۔ اگر ایک پرت ٹوٹے تو دوسرا پرت فوراً اس کی جگہ لے تاکہ گنبد کا اندر کا کرہ ہوائی خلا میں بکھر کر انسانی آبادی کے لئے خطرہ نہ پیدا کر دے۔

لیکن ۲۲۴۷ء عیسوی میں ۱۶ ر اگست کے روز اچانک مرخون نامی دُم دار ستارے سے اتنے بڑے شہاب ثاقب ٹوٹ کر چاند کی سطح پر گرے کہ انہوں نے نہ صرف کریٹر ڈرماس کے گنبد کو توڑ ڈالا بلکہ دوسرے سینکڑوں گنبد تباہ کر ڈالے۔ اچانک ایک دن میں ایک ہی حادثے میں چاند پر —— گنبدوں کے نیچے نقلی کرہ ہوائی کی دو تہائی انسانی آبادی ہلاک ہو گئی۔ صرف چند ہزار لوگ بچے جو کانوں کے اندر آکسیجن کے نقاب اوڑھے ہوئے کام کر رہے

تھے ۔ بڑی مشکل سے انہیں ہوائی راکٹوں کے ذریعے چاند کی سطح سے بچا کر واپس زمین پر لایا گیا ۔ پھر اگلے بیس برس تک انسان کی چاند پر جانے کی ہمت نہ ہوئی ۔

مگر چاند کے اندر قیمتی معدنیات کی کان کا لالچ بار بار انسانی کاوش کو اکساتا تھا ۔ ۲۲۶۲ عیسوی میں تین سائنس دان "پروفیسر اجے کمار گھوش" "پروفیسر پانڈو رنگ پاٹل" اور "پروفیسر جاوید ملک" نقلی انسان بنانے میں کامیاب ہوگئے ۔ اس سے پہلے مختلف دھاتوں کے استعمال سے مختلف طرح کمپیوٹر اور روبو بنائے جا چکے تھے جو انسان کے بہت سے کام کر سکتے تھے ۔ لیکن ان مشینوں کی تخلیقی صلاحیتیں بہت کم تھیں ان کا حجم بہت بڑا تھا اور ان کی تیاری میں لاکھوں روپے صرف ہوتے تھے ۔

پروفیسر گھوش، پروفیسر پاٹل اور پروفیسر جاوید ملک نے ایک ایسا نقلی انسان تیار کیا جس کی لاگت پر صرف بیس ہزار روپے خرچ ہوتے تھے ۔ ان کی ایجاد کا غلغلہ ساری دنیا میں ہوگیا ۔ اس وقت تک زمین پر ایک حکومت قائم ہو چکی تھی ۔ ایک وفاقی قسم کی فیڈرل حکومت جو مختلف ملکوں اور قوموں کو ایک نظام زندگی میں مربوط کرتی تھی ۔ اس حکومت کی راجدھانی طہران میں تھی ۔ اس حکومت کا صدر کینیا کا مشہور سائینسداں اور علم کیمیا پر غیر معمولی مہارت رکھنے والا جورو بنیان اوڈاما تھا ۔ اوڈاما کے حکم سے امریکہ کے مشہور پروفیسر جیک انگسبائیڈ اور ناروے کے پروفیسر ہائیڈن اور ہند چینی کے پروفیسر اوپی ماہ کو پروفیسر گھوش پاٹل اور جاوید ملک کے ساتھ نقلی انسان پر مزید کام کرنے کی اجازت دے دی گئی حکومت ہند کی اجازت سے جزیرہ انڈیمان پر زیر زمین میلوں تک اندر پھیلے ہوئے ایک وسیع تہہ خانے میں نقلی انسانوں کی فیکٹری

بنانے کا انتظام کیا گیا ان سائنسدانوں کی کاوش سے نہ صرف بہتر قسم کے نقلی انسان تیار ہونے لگے بلکہ ان کی لاگت میں بھی کمی واقع ہوئی۔ اب صرف سات ہزار روپے میں ایک ایسا نقلی انسان تیار کر لیا گیا تھا جو بیس برس تک کارخانے میں بغیر کھائے پئے اور کسی قسم کی تنخواہ لئے کام کر سکتا تھا۔

نقلی انسان کی ایجاد سے چند برسوں میں پوری دنیا میں ایک ایسا صنعتی انقلاب آگیا جس نے کمپیوٹر، روبو اور اصلی انسانی مزدوروں کی اہمیت کو بڑے بڑے کارخانوں کے لئے بہت کم کر دیا تھا۔ بڑے کارخانہ داروں نے اصلی انسان کو ملازم رکھنے کے بجائے جو ٹریڈ یونینیں بناتے تھے اور ہڑتالیں کرتے تھے اور دنگا فساد کرتے تھے اب ـــــ انڈیمان کی فیکٹری سے نقلی انسان آرڈر کرنا شروع کر دیئے جس سے نات فیکٹری (نقلی انسان فیکٹری) کے منافع میں ہر سال دس ارب کا اضافہ ہونے لگا اور دنیا کے چاروں کونوں سے لوگ دور دور سے اس فیکٹری کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہونے لگے مگر فیکٹری کے دروازے ہر کس و ناکس کے لئے نہیں کھلتے تھے۔ بہت ہی مخصوص لوگوں کو اور وہ بھی دنیا کی حکومت کے صدر اور حکومت ہند کی خاص سفارش سے فیکٹری کے چند حصے دکھائے جاتے تھے مگر فیکٹری کا وہ حصہ جہاں نقلی انسان تیار ہوتے تھے کسی کو دکھایا نہ جاتا تھا اور نقلی انسان بنانے کا فارمولا بھی بالکل سب سے الگ چھپا کر ایک بڑے سیف میں رکھ دیا گیا تھا جس کا قفل پروفیسر ایسے کمار گھوش کے علاوہ اور کوئی نہ کھول سکتا تھا۔

اب چاند پر بھی اصلی انسانوں کی جگہ نقلی انسان بھیجے جانے لگے اور صحیح معنوں میں اب چاند زمین کے رہنے والوں کی نو آبادی بن گیا۔ ہزاروں نئی کانیں دریافت کی گئیں جن میں نقلی انسان کام کرتے لگے۔ دن پر دن

چاند پر انسانی آبادی بڑھنے لگی اور سن ۲۲۹۰ء میں چاند پر نقلی انسانوں کی آبادی بڑھتے بڑھتے سترہ لاکھ تک جا پہنچی۔ ان نقلی انسانوں کو نہ غذا کی ضرورت تھی۔ نہ کسی کرہ ہوائی کی۔ نہ آکسیجن کی۔ نہ کسی خواہش کی البتہ یہ نقلی انسان دن میں بارہ گھنٹے کام کرنے کے بعد بیکار ہو جاتے تھے اور انہیں چند گھنٹے آرام کرنے دیا جاتا تھا تاکہ ان کے اندر کی مشینری جو مسلسل بارہ گھنٹے کام کرنے سے گرم ہو جاتی تھی پھر سے ٹھنڈی ہو جائے۔ چاند پر ہی نقلی انسانوں کو مرمت کرنے کی فیکٹریاں اور گیرج کھول دیئے گئے تھے اور خیال تھا کہ چاند کی تہہ میں جا کر چاند کا کوئی ایسا کونہ نہ بچے گا جہاں نقلی انسان کام کرتے ہوئے نہ ملیں گے۔

سن ۲۲۹۶ عیسوی میں ۲۱، اپریل کے دن زمین کے صدر محترم اوڈاما کی لڑکی سیما سولہ برس کی ہو گئی اور اس موقعہ پر صدر محترم نے اپنی لڑکی سے پوچھا۔ کہ وہ اس دن کے لئے اپنے لئے کون سا تحفہ پسند کرے گی۔

سیما نے جواب دیا۔

"میں نقلی انسانوں کی فیکٹری دیکھنا چاہتی ہوں۔" اوڈاما نے اسی وقت ایک بٹن دبا کر اپنے ذاتی سیٹے لائٹ کے ذریعہ حکومت ہند سے بات کی۔ حکومت ہند نے پروفیسر اے کمار گھوش سے یہ سفارش کی۔ چند منٹوں میں سیما کے لئے فیکٹری دیکھنے کی منظوری آگئی اور اسی دن صدر محترم اوڈاما کے ذاتی راکٹ پر بیٹھ کر سیما سہ پہر میں جزیرہ انڈیمان میں فیکٹری دیکھنے کے لئے پہنچ گئی۔

تہہ خانے کے دروازے پر گارڈ نے سیما کا پروانہ راہداری چیک کیا۔ پھر اندر ٹیلیفون سے اثبات میں جواب آنے پر سیما کے لئے تہہ خانے کی فیکٹری کے دروازے کھول دیئے گئے اور سیما ایک لمبی روشن غلام گردش میں داخل ہو گئی۔

روشن غلام گردش سے نکل کر سیما ایک وسیع پارک میں پہنچ گئی۔ اونچی شفاف چھت سے درجنوں جگمگاتے جھاڑ لٹک رہے تھے۔ یہ پارک ایک طرح کا کانچ کا گھر تھا جس کے اندر ایک وسیع باغ اگایا گیا تھا اور زمین کی سطح کے اوپر جو پھل پھول پیڑ اور سبزیاں اُگتی ہیں وہ یہاں پر نقلی آب و ہوا سے اگائی جاتی تھیں۔

پارک کے آہنی دروازے پر گارڈ نے سلامی دیتے ہوئے سیما کو ایک نوجوان کے سپرد کیا جو شکل و شباہت سے بے حد خوبصورت اور وجیہہ اور پروقار معلوم ہوتا تھا۔

اس نے سیما کی طرف ہاتھ بڑھا کے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے جگمگاتی مسکراہٹ سے کہا: میرا نام نریندر گھوش ہے۔ میں پروفیسر —

اسجے کمار گھوش کا بیٹا ہوں اور اسی فیکٹری میں ایک سائینس داں ہوں۔ میں ناف فیکٹری کی طرف سے صدر محترم کی لڑکی مس سیما اوڈاما کے استقبال کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ "خوش آمدید۔"

"تھینک یو۔" مس سیما اوڈاما نے اس خوش شکل نوجوان سے ہاتھ ملاتے اور اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ بہت تندرست اور چاق وچوبند معلوم ہوتے ہیں۔"

"میں آج تک کبھی بیمار نہیں ہوا۔ فیکٹری کے اندر سائنس کی مدد سے جو کرّہ ہوائی پیدا کیا گیا ہے اس میں کسی طرح کے بیمار کرنے والے جراثیم بیکٹیریا اور وائرلیس نہیں پائے جاتے۔ اس لئے اس فیکٹری کے اندر کام کرنے والے کبھی بیمار نہیں ہوتے۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے۔" سیما نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ "اس فیکٹری کے لوگ کبھی اپنے تہہ خانے سے باہر نہیں جاتے؟ کیونکہ اگر وہ باہر جائیں گے تو انہیں باہر کے کرّہ ہوائی میں سانس لینا پڑے گا جس میں ہر طرح کے امراض کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔"

نریندر گھوش نے مسکرا کر کہا۔ "مس سیما آپ خوب صورت ہی نہیں عقلمند بھی ہیں۔"

سیما اس فقرے سے شرما سی گئی۔

نریندر گھوش نے اپنا بیان جاری رکھا۔ "آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ اس فیکٹری میں کام کرنے والے کبھی اس تہہ خانے سے باہر نہیں جاتے۔ انہیں اس کی اجازت نہیں ہے اور ضرورت بھی نہیں ہے۔ اس میلوں تک پھیلے ہوئے تہہ خانے کے اندر بہتر سے بہترین زندگی کے آرام و آسائش

کے سامان مہیا کر دیے گئے ہیں۔ یہ خوبصورت پارک جو آپ دیکھتی ہیں یہ فیکٹری کے چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔"

"اس فیکٹری میں کتنے آدمی کام کرتے ہیں۔" سیما نے نریندر کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے پوچھا: "میرا مطلب نقلی انسانوں سے نہیں ہے۔"

نریندر ہنسا۔ اب وہ دونوں فوارے کے قریب سے گذر رہے تھے جس کے چاروں طرف شفاف جیڈ کا چبوترا بنا ہوا تھا۔ اس چبوترے پر ایک پاؤں رکھ کے بولا۔ "اس فیکٹری میں کل دس آدمی کام کرتے ہیں۔"

"کل دس آدمی؟" سیما نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"ہاں کل دس آدمی۔"

"اور دس آدمی سال میں کتنے نقلی انسان تیار کرتے ہیں؟"

"ساٹھ لاکھ۔"

"ساٹھ لاکھ نقلی انسان؟ ناممکن۔" سیما تعجب اور حیرت اور شک و شبہے سے انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"ہماری فیکٹری مکمل طور پر آٹومیٹک ہے یعنی ۹۷ فیصدی آٹومیٹک ——— صرف تین فیصدی کام ایسا ہے جو یہ دس آدمی کرتے ہیں۔ باقی کام کمپیوٹر مشینیں کرتی ہیں۔

"ان دس آدمیوں میں چھ تو پرانے پروفیسر ہیں، جن کے نام ساری دنیا میں مشہور ہیں۔" سیما نے کہا۔ "باقی چار کون ہیں؟"

"ایک تو میں ہوں۔ میں نقلی انسان کی جلد بنانے کا ماہر ہوں۔ مگر اپنی مکمل مہارت کے باوجود میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں ایسی شفاف جلد

تیار نہیں کر سکتا جیسی آپ کے چہرے کی ہے۔ آپ کی صورت اس تاریخی ملکہ شیبا سے کچھ کچھ ملتی ہے۔"

سیما نے کسی قدر شرما کے جھجکتے ہوئے پوچھا۔ "آپ نے اپنا نام کیا بتایا۔"

"میرا نام تو رزیندر لموتش ہے مگر یہاں سب لوگ پیار سے مجھے بادل کہتے ہیں۔"

"بادل۔ واقعی پیارا نام ہے" سیما بولی۔ "مگر تعجب ہوتا ہے کہ بادل نام رکھنے والے نوجوان نے آج تک بادل نہیں دیکھے۔ سورج کو چمکتے ہوئے نہیں دیکھا۔ چاند کو چمکتے نہیں دیکھا۔ شفق کو پھوٹتے نہیں دیکھا۔ اس گہرے سناٹے کو محسوس نہیں کیا۔ جو گہری ہوتی ہوئی شام کے سایوں میں کسی سمندری ساحل کے کنارے بیٹھ کر محسوس ہوتا ہے۔"

"ممکن ہے یہ میری بدقسمتی ہو۔ مگر جو چیزیں میں نے دیکھی نہیں۔ جن کا مجھے احساس نہیں ان کی مجھے حسرت بھی نہیں ہاں اتنا میں سوچ سکتا ہوں آپ کو دیکھ کر کہ اگر آپ کو کبھی دیکھا نہ ہوتا۔ تو قدرت کے ایک شاہکار سے محروم رہ جاتا۔"

سیما کے گالوں پر حیا کی ایک سرخی دوڑ گئی۔ پھر ان لالہ گوں رخساروں پر گہری لانبی پلکوں کی رات چھا گئی۔ چند لمحوں کے بعد جب سیما نے پلکیں اٹھا کر بادل کی طرف دیکھا تو بادل کو ایسا لگا جیسے اس کے دل کے کونے کونے میں روشنی کے فوارے سے ابلنے لگے۔ اس طرح اس نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یکایک یہ کیا ہو گیا۔

سیما نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ "آپ کی اس فیکٹری میں کتنی

عورتیں کام کرتی ہیں ؟"

"ایک بھی نہیں ۔"

"ایک بھی نہیں ؟" سیما نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا ۔

"ہاں ایک بھی نہیں ۔ ان دس سائنسدانوں میں جو یہاں کام کرتے ہیں جن میں آپ میرا نام بھی شامل کر سکتی ہیں ۔ ایک بھی سائنسداں عورت نہیں ہے ۔"

"یہ کیوں ؟"

"میرے والد پروفیسر گھوش اور ان کے ساتھی ۔ ذرا پرانے خیال کے آدمی ہیں ان کا خیال ہے کہ عورت بہت دیر تک کوئی راز چھپا نہیں سکتی ۔"

سیما زور زور سے ہنسنے لگی ۔ بولی ." آپ کی فیکٹری کے سائنس داں بے حد دقیانوسی معلوم ہوتے ہیں ۔ انہیں کیا معلوم کہ آج کل کی لڑکیوں کے سینے میں اتنے راز محفوظ رہتے ہیں جتنی عقل مردوں کے دماغ میں نہیں ہوتی ۔

" میں آپ کی بات کا یقین کر سکتا ہوں ۔" بادل بولا ۔ گو مجھے صنفِ نازک کے احساسات اور نفسیات کا کچھ علم نہیں ہے مگر آئیے ۔ پہلے میں آپ کو فیکٹری کے اندر تو لے چلوں ۔

" کیا آپ مجھے ساری فیکٹری دکھائیں گے ؟ " سیما نے پوچھا ۔

" یہ سوال آپ نے کیوں پوچھا ۔" بادل نے جواباً پوچھا ۔

" کیوں کہ اس فیکٹری میں عورتوں کے خلاف اس قدر تعصب پایا جاتا ہے ۔"

" یہ درست ہے کہ پہلے سیاح عورتوں کو فیکٹری دکھائی نہیں جاتی تھی چند سال سے عورتوں کے شدید احتجاج پر فیکٹری کے چند حصے انہیں

دکھائے جاتے ہیں۔ اس پر بھی فیکٹری کے چند حصے ایسے ہیں جو عورت تو کیا کوئی سیاح مرد بھی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن یہاں تک پہنچ کر بادل رک گیا اور مسکرا کر سیما کی طرف گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپ صدرِ محترم کی بیٹی ہیں۔ آپ فیکٹری کے ہر حصے کو دیکھ سکیں گی۔ سوائے اس سیکشن کے جس میں نقلی انسان کا دماغ تیار کیا جاتا ہے۔ اس سیکشن کا کام اس قدر رازداری سے ہوتا ہے کہ مجھے بھی وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ صرف تین سائنس دان۔ دس میں سے صرف تین سائنس دان اس سیکشن میں جا سکتے ہیں۔ ایک میرے والد ڈاکٹر مگوش، دوسرے پروفیسر جاوید ملک جو الیکٹرانک کے ماہر سمجھے جاتے ہیں اور تیسرے پروفیسر پاٹل۔ ان کے علاوہ دماغی سیکشن میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ مجھے امید ہے آپ اس سیکشن کو دیکھنے پر اصرار نہیں کریں گی۔"

"ٹھیک ہے آپ کی فیکٹری کے قوانین کا احترام مجھ پر لازم ہے چلیئے۔"

فوارے سے دو قدم چل کر سیما نے یکایک "ارے" کہا اور رک گئی۔ پھر اپنا ایک پاؤں جینڈے کے چبوترے پر رکھ کر کہنے لگی۔ "میرے سینڈل کا بکل کھل گیا ہے۔"

وہ اپنے پاؤں کی طرف جھکنے لگی تھی کہ بادل نے فوراً جھک کر اس کے سینڈل کا بکل اچھی طرح سے کس دیا۔ بکل کستے وقت اس کی نگاہ سیما کے موزوں ٹخنوں پر پڑی۔ جن پر سونے کی ایک ہلکی سی جھانجھر پڑی تھی۔ جب بادل جھک کر بکل ٹھیک کر رہا تھا۔ اس وقت اس نے محسوس کیا کہ سہارا لینے کے لئے چند لمحوں کے لئے سیما نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیا ہے۔

پھر جب وہ بالکل ٹھیک کر کے سیدھا ہوا تو سیما نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔

اور آہستہ سے کہا۔ "تھینک یو۔"
وہ بادل کے ساتھ ساتھ چلنے لگی اور چلتے چلتے اس کے پاؤں کی سنہری چھاجھنوں کی موسیقی ایک دلنواز سُر کی طرح بادل کے دل میں گونجنے لگی۔

بادل اسے سب سے پہلے اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ میں لے گیا۔ یہاں تین دیواروں سے لگے تین مہیب اور جدید کمپیوٹر کام کر رہے تھے۔ دنیا بھر سے نقلی انسانوں کی بڑھتی ہوئی جو مانگ آتی تھی اور جتنے نقلی انسان اس فیکٹری سے بھیجے جاتے تھے اور ان کے متعلق جتنی رسیدیں آتی تھیں جتنی شکایتیں آتی تھیں۔ جتنا روپیہ آتا تھا۔ لاگت پر جتنا خرچ ہوتا تھا سب کا حساب کتاب یہیں ہوتا تھا۔
تین کمپیوٹروں پر تین آدمی کام کر رہے تھے اور دنیا بھر میں جتنی نقلی انسانوں کی سپلائی ہوتی تھی ——— وہ انہی تین کمپیوٹروں کے ذریعے کی جاتی تھی اور اربوں کھربوں روپے کا حساب کتاب چند منٹوں میں ان کمپیوٹروں کے ذریعے ہو جاتا تھا۔
بادل نے سیما کو ان تین آدمیوں سے ملایا: "یہ ولیم جیگر ہیں جرمنی کے

مشہور کمپوٹر سائنسدان ۔"

ساٹھ سالہ ولیم جیگر کی داڑھی بھوری تھی اور وہ چشمہ پہنے ہوئے تھے ۔ اور اس کے مضبوط ہاتھوں کے لمس کو سیما نے محسوس کیا۔ اس لمس میں ریاضیات کی سی قطعیت تھی۔

دوسرا آدمی ایک مصری سائنسدان تھا ۔ گول مٹول اور ہر وقت مسکراتا ہوا۔ چالیس برس کے قریب اس کی عمر ہوگی ۔ بغیر فریم کا چشمہ پہنے ہوئے آگے بڑھا اور اس نے بھی بڑی گرم جوشی سے سیما سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: " میں شیخ مقصود ہوں ۔"

تیسرا آدمی خاکی پتلون اور کھلے کالروں والی خاکی قمیص پہنے جس کا اوپر کا ایک بٹن ٹوٹا ہوا تھا اور جو زیادہ سے زیادہ پینتیس برس کا ہوگا ۔ بے حد ورزشی جسم معلوم ہوتا تھا اس کا اور بازوؤں پر کلائی تک گھنے بال تھے اور داڑھی رخساروں سے چپکی ہوئی تھی ۔ جب وہ چلتا تھا تو اس پر چیتے کی چال کا شبہ ہوتا تھا ۔ اس نے سلیٹی رنگ کی ایک پگڑی پہن رکھی تھی ۔

بادل بولا ۔ ان سے ملو ۔ یہ بلونت سنگھ ہیں ۔ کمپوٹروں کے ماہر سمجھے جاتے ہیں ویسے دوسرے کام بھی کرتے ہیں ۔ چاند پر جتنے کمپوٹر جاتے ہیں ان کا حساب کتاب یہی رکھتے ہیں ۔"

کمپوٹروں کی روشنیاں کبھی بجھتی تھیں ، جلتی تھیں ، لرزتی تھیں ، کبھی گھرر گھرر گھرر کی آواز آتی تھی ۔ کبھی اندر ہی اندر مشینی کھٹکا ہوتا اور کمپوٹر کے ایک سرے سے کاغذ کا ٹائپ شدہ فیتہ نکلنے لگتا ۔

سیما نے پوچھا ۔ "کیا میں اس فیتے کو دیکھ سکتی ہوں ؟"

" ضرور ضرور کیوں نہیں " ولیم جیگر نے مسکرا کر کہا ۔

یسما نے فیتہ ہاتھ میں لیا جو اس کے ہاتھ میں لمبا ہوتا جا رہا تھا اور ایک فیڈر مشین میں آہستہ آہستہ گھستا چلا جا رہا تھا۔

سیما نے پڑھا۔ "کریٹر کاری کے لئے چاند پر دو ہزار نقلی انسان تین نمبر والے درکار ہیں۔ جلد بھیجو۔ مال کی سپلائی ایک ہفتہ کے اندر ہو جانی چاہیئے۔ فرانزٹ راکٹ نمبر ایلیون سپلائی لے کر جائے گا۔ ڈلاس (امریکہ) کے سب سے بڑے بلٹن گلوریا ہوٹل کے لئے پانچ ہزار ویٹر ٹائپ کے نقلی انسان بھیجے گئے تھے۔ وکاس جیٹ نمبر ۱۴۱۳ سے دس نقلی انسان ویٹر ٹائپ کی جگہ مینجر ٹائپ کے نکلے سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ غلطی کیسے ہوئی؟ چیک! لفٹ بنسا جیٹ فیکٹری پیٹر برگن کے لئے پانچ سو انجینئر ٹائپ کے نقلی انسان دس ہزار چار ٹائپ نقلی انسانوں کی ضرورت ہے۔ مال بحری جہاز گوریلا فنڑ او نگر پر لدوا دیا جائے۔ سات تاریخ کو انڈمان بندرگاہ پر ہمارا جہاز پہنچ جائے گا۔ ڈپٹی مینجر فرنڈز انجان . . .

ڈبل کالی ٹو ٹیکسٹائل مل کے لئے تیس ہزار نقلی انسان نمبر سات مال گاڑی نمبر دو سو آٹھ سے بھیجے جا چکے ہیں۔ رسید آ چکی ہے مگر مال کی قیمت ابھی وصول نہیں ہوئی۔" چیک۔"

"کیا آپ مختلف طرح کے انسان بناتے ہیں؟۔"

"انسان نہیں نقلی انسان۔ ولیم جیگر نے کہا۔"

"ساری، میں یہی پوچھنا چاہتی تھی۔"

"جی ہاں۔" جیگر نے جواب دیا۔" ویسے ان باتوں کے متعلق صحیح سائنسی معلومات تو ہماری فیکٹری کے جنرل مینجر مسٹر گھوش ہی دے سکیں گے۔ لیکن آپ کا سوال عام نوعیت کا ہے۔ اس لئے اس کا جواب دینے میں

مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ۔" بلا شبہ ہم یہاں مختلف طرح کے نقلی انسان بناتے ہیں کیوں کہ مختلف صنعتوں کے لئے مختلف جسم کے مزدوروں کی ضرورت پڑتی ہے جو مزدور ٹیلیویژن فیکٹری میں کام کرتا ہے اس کا کام اور اس کی ذہانت اور اس کی انگلیوں کی ساخت تک اس مزدور سے الگ ہوگی جسے ہم ٹیکسٹائل فیکٹری میں بھیجیں گے یا جسے مٹی ڈھونے کے کام پر لگایا جائے گا ۔ پھر آپ عام مزدور نقلی انسان اور ایک انجینیر قسم کے نقلی انسان کی ذہانت اور دماغی کیفیت میں بھی فرق ہوتا ہے ۔ گو ہم بہت زیادہ ذہین قسم کے نقلی انسان نہیں بناتے ۔ زیادہ تر مانگ نمبر چار، نمبر پانچ ، نمبر چھ اور سب سے آخر میں اور سب سے زیادہ مانگ نمبر سات قسم کے مزدور قسم کے نقلی انسان کی ہے ۔ جس میں ایک عام انسان کی سی سوجھ بوجھ ہوتی ہے مگر جس کے ہاتھ پاؤں میں عام انسان سے دگنی طاقت ہوتی ہے اور یہ نقلی انسان بغیر کچھ کھائے پیئے اور بغیر تنخواہ کے تیس برس تک فیکٹری میں کام کر سکتا ہے ۔"

"مجھے حیرت ہے کیسے یہ نقلی انسان جو اصلی انسان ہے اس قدر مشابہ ہے اور اس قدر اس سے مختلف ہے ۔ آپ لوگوں نے تیار کیسے کر لیا ۔"

"اس کا فارمولا مسٹر گھوش کے سیف میں محفوظ ہے ۔" شیخ مقصود نے کہا ۔

"اور مکمل فارمولا دو آدمی جانتے ہیں ۔" بلونت سنگھ بولا ۔ "ایک مسٹر گھوش دوسرے پروفیسر پاٹل ۔ ہم لوگ حساب کتاب رکھتے ہیں ۔ اور حساب کتاب رکھنے والے کمپیوٹروں کی مرمت کرتے ہیں ۔ اگر ان میں کوئی نقص پیدا ہو جائے ۔"

"میرے دماغ میں اتنے سوال بھرے ہوئے ہیں۔ اتنے سوال۔۔۔ رہے ہیں۔۔۔۔کہ۔۔۔کہ؛" سیما کچھ ٹھٹھک کر ہنسی۔

بادل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا ــ" یہ ڈیپارٹمنٹ تو عام کمپیوٹروں ۔الہ محکمہ ہے۔ جیسا تم نے شاید طہران میں بھی دیکھا ہوگا۔

"کمپیوٹر تو میں نے بہت دیکھے ہیں" سیما بولی "لیکن ایسے مہیب دیو زاد کمپیوٹر میں نے کہیں نہیں دیکھے۔ لگتا ہے کسی غیر معمولی سیارے کی غیر معمولی مخلوق ہیں۔۔۔"

"محض انسانی تخلیق ہیں" بادل بولا "اب چلو میں تمہیں اپنے پتا جی کے کمرے میں لے چلتا ہوں۔ بعد میں فیکٹری دکھا دوں گا۔ قاعدے سے سب سے پہلے ہمیں وہیں جانا چاہیئے تھا کیونکہ تمہارے دل میں جتنے سوال ابھر رہے ہیں۔ ان سب کا جواب اور شافی جواب وہی دے سکتے ہیں۔"

سیما نے دھیرے سے اپنا ہاتھ بادل کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔ پھر اس کے ساتھ چلنے لگی۔ وہ بادل کے چہرے پر اس کے ہاتھ چھڑانے کی وجہ سے پھیلتی ہوئی مایوسی دیکھ سکتی تھی۔ اس سے اسے کوئی مسرت نہیں ہوئی۔ جو لڑکیوں کو کسی مرد کا دل جیتنے پر ہوتی ہے۔ وہ اتنی حسین تھی اور اس پر گرویدہ ہونے والے نوجوان کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ اب اسے اپنے حسن کی ناقابل بیان گرفت اسے مسرت کے بجائے ایک کوفت سی ہوتی تھی۔

اپنے دل کے اندر میں ایک معمولی سی لڑکی ہوں۔ کاش کہ کوئی اس معمولی سی لڑکی سے محبت کر سکتا۔ سبھی میرے حسن پر مرتے ہیں۔

سیما اور بادل جب ایکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ سے نکلے تو دروازے سے باہر کھڑے ہوئے دو چپراسیوں نے انہیں سلام کیا۔ سیما نے نہایت خندہ پیشانی سے انہیں سلام کا جواب دیا۔ دونوں چپراسی بے حد بارعب نظر آتے تھے۔ قد چھ فٹ سے اوپر نکلتا ہوا۔

"یہ دونوں چپراسی کہاں سے آئے ہیں؟" سیما نے پوچھا۔

"مجھے تو پنجاب کے معلوم ہوتے ہیں۔"

"نہیں۔ اسی فیکٹری میں تیار کئے گئے ہیں۔"

"یہ نقلی انسان ہیں؟ سیما نے ٹھٹھک کر تعجب سے انہیں دیکھا

"ہاں یہ نمبر سات قسم کے نقلی انسان ہیں۔ ہماری فیکٹری میں زیادہ تر انہی انسانوں کی کھیپ تیار ہوتی ہے۔"

"بلاشبہ" بادل نے جواب دیا۔

سیما نے ان سے ہاتھ ملایا۔ ان کے بازوؤں کی ابھرتی ہوئی مچھلیوں کو ٹٹولا ہنس کر بولی: "مجھے بناتے ہو، یہ تو گوشت پوست کے انسان ہیں۔"

"نقلی گوشت کے۔" بادل نے سنجیدگی سے کہا۔

"مگر۔"

بادل نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھی سیما خاموش ہو گئی۔

ایک لمبی غلام گردش میں سے گزرتے ہوئے بادل نے آہستہ سے کہا۔

"ہم ان لوگوں سے زیادہ بات نہیں کرتے صرف حکم دیتے ہیں۔"

لمبی غلام گردش سے گزر کر وہ ایک چوکور ہال میں پہنچے۔ جس کے چاروں طرف لفٹیں لگی ہوئی تھیں۔ یہ لفٹیں تہ خانے کے اوپر کی منزلوں کو جاتی تھیں

روشنی اور ہوا کا انتظام بہت عمدہ تھا۔ اور ہر جگہ مرکزی طور پر ایرکنڈیشنڈ تھی۔

لفٹ نمبر گیارہ کے قریب پہنچ کر بادل نے ایک بٹن دبایا۔ چند لمحوں کے بعد لفٹ نیچے آئی۔ اس میں سے وردی پوش ایک لفٹ مین نکلا۔ اس نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا کون سی منزل ؟ "

"سترھویں۔" بادل نے جواب دیا۔

وردی پوش لفٹ مین نے مڑ کر ایک بٹن دبایا۔ اس لفٹ مین کے بڑے بڑے گل مچھے تھے اور رنگ تانبے کا سا تھا اور آنکھیں بھوری اور ماتھا چوڑا جس پر بھورے بال پیچھے کو مڑے تھے۔

لفٹ مین نے لفٹ کے دونوں دروازے بند کئے۔ لفٹ خود بخود اوپر چلنے لگی۔ سیما نے سرگوشی میں بادل سے پوچھا۔

"اب تم کہو گے یہ بھی نقلی انسان ہے ؟"

"بلاشبہ۔"

"حیرت ہے" سیما بولی: "یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا ہمارے طہران کی لفٹ چلانے والا ہوتا ہے۔"

"جی ہاں۔" بادل نے جواب دیا۔ ہم نے اس لفٹ مین کو اسی ڈیزائن پر بنایا ہے۔

"مجھے یقین نہیں آتا۔" سیما بولی۔

بادل بولا۔ "یہاں جو بھی آتا ہے۔ اسے یقین نہیں آتا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اصلی انسان ہی تربیت دے کر بھیجتے ہیں۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ یہ لوگ بالکل نقلی انسان ہیں۔

"مگر میرا شبہ کیسے دور ہوگا ؟ "

" جب آپ ہمارے جنرل مینجر سے ملیں گی ." بادل بولا : " ویسے میں بھی بتا سکتا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ آپ نقلی انسان کے اصلی موجد سے سب باتیں سُننا پسند کریں گی "

سترھویں منزل پر جاکر لفٹ مین نے لفٹ روک دی . دونوں دروازے کھولے ادب سے جھک کر سلام کیا . جس کا سیما نے سلے چلے حیرت اور شبہ سے جواب دیا .

اتنے میں بادل نے پھر سیما کا ہاتھ پکڑ لیا تھا . " ادھر نہیں ادھر میرے ساتھ آؤ "

وہ سیما کو لے کر مغربی کونے کے ایک کمرے میں داخل ہوا .

یہ جنرل مینجر اسحٰے گھوش کا کمرہ تھا .

دروازے کے اندر داخل ہو کر پہلے ملاقاتیوں کے بیٹھنے کا کمرہ آتا تھا۔ یہاں پر پہلے ہی سے بہت سے ملاقاتی بیٹھے ہوئے تھے۔ اندر کے دروازے کے باہر ایک باوردی ملازم کھڑا تھا جس کی وردی نیلی تھی۔ نیلی پتلون اور نیلی قمیض کے کف اور کالر سفید رنگ کے تھے جو اسے دوسرے ملازموں سے ممتاز کرتے تھے۔ اس کا نام بچن سنگھ تھا۔ بادل کو پہچان کر وہ ذرا آگے بڑھا اور پوچھنے لگا۔

"یس مسٹر نریندر گھوش۔ کیا صدر محترم کی دختر تشریف لے آئی ہیں ؟"

"ہاں بچن سنگھ۔" نریندر گھوش نے ایک کارڈ بچن سنگھ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔ "اسے فوراً اندر لے جاؤ۔"

"اندر لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔" بچن سنگھ نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ "جنرل مینجر کافی دیر سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ جیسے ہی آپ صدر محترم کی بیٹی کو لے کر آئیں آپ دونوں کو ان کے دفتر کے اندر پہنچا دیا جائے۔"

اتنا کہہ کر بچن سنگھ نے اندر کا دروازہ تھوڑا سا کھول دیا۔ اور خود

باہر کھڑا رہا۔ بادل سیما کو لے کر اندر چلا گیا۔
دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

جنرل مینجر اے گھوش کی عمر کوئی پینسٹھ برس کی ہو گی۔ اس کا ماتھا بیحد فراخ اور بے ریش و برودت تھا۔ کنپٹیوں پر بال تھے۔ لیکن ان پر سفیدی چھانے لگی تھی۔ اس کا چہرہ پر وقار اور سنجیدہ اور سانولا تھا۔ خدوخال میں منگولیائی رنگ جھلکتا تھا۔ وہ ایک بڑی میز کے پیچھے ایک گھومنے والی کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کی میز پر سات ٹیلیفون تھے۔ اور اس کے میز کے دائیں طرف ایک خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی شارٹ ہینڈ میں نوٹس لے رہی تھی۔

جنرل مینجر گھوش کہہ رہا تھا: "برائے سیکشن نمبر ۳۔ سیکشن مینجر اوپن ہائیمر۔ پیرس کی لیون فان فیکٹری کو ہم نے پانچ سال کی گارنٹی دی تھی مگر چار سو مزدوروں کے ہاتھ دو سال میں ہی ٹوٹ گئے ہیں۔ بحری جہاز "روزمان" ٹوٹے ہوئے نقلی انسانوں کو لے کر آ رہا ہے اوپن ہائمر کو معلوم کرنا چاہیئے کہ مال میں خرابی کیوں اور کیسے واقع ہوئی۔ کیا فیکٹری سے خراب مال بھیجا گیا۔ انہیں فیکٹری میں زیادہ استعمال کرنے اور نقلی انسانوں کو آرام نہ پہنچانے سے یہ بازو ٹوٹ گئے۔

"لکھ لیا شیلا —" جنرل مینجر نے پوچھا۔

"دوسرے نوٹس کے لئے تیار ہو؟"

"جی ہاں۔"

"ارے بادل!" ایکا ایک جنرل مینجر نے اپنی کرسی پر گھوم کر سیما اور بادل

کو دیکھا اور اپنی کرسی سے اٹھ کر نیم دائرے والی میز سے باہر نکل آیا۔ اور سیما سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہتے تھے "خوش آمدید مس سیما ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تشریف رکھئے۔ مجھے ایک ضروری نوٹ بھیجنا ہے۔ بس دو منٹ لوں گا پھر جی بھر کے آپ سے باتیں ہوں گی۔"

وہ پھر اپنی خوبصورت اسٹینو ٹائپسٹ لڑکی کی طرف مڑا اور کہنے لگا۔

"تیار ہو شیلا۔"

"جی ہاں۔"

"لکھو۔ برائے وزیر اعظم برازیل۔ آپ کا نوازش نامہ صادر ہوا۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس سال بھی آپ کے کافی باغات میں کام کرنے کے لئے پانچ لاکھ نقلی انسان تیار کر کے بھیج نہ سکیں گے۔ صرف تین لاکھ بھیج سکیں گے۔ میں نے پچھلے خط میں دو لاکھ کا وعدہ کیا تھا۔ آپ کے شدید اصرار پر تین لاکھ نقلی انسان تیار کرا کے ستمبر کے مہینے کے آخر تک بھیج دیئے جائیں گے۔

آپ کا

مخلص

اجے کمار گھوش

"لکھ لیا شیلا؟"

"جی ہاں۔"

"تو اب تم باہر جا سکتی ہو۔ ۔ ۔ مس سیما اوڈاما آپ میرے قریب اس کرسی پر بیٹھ جائیے۔"

جب شیلا باہر چلی گئی۔ تو اس کی کرسی کو پروفیسر گھوش نے اپنے قریب گھسیٹ کے اس پر سیما سے بیٹھ جانے کو کہا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں کی

انگلیاں ملاتے ہوئے مسرت بھرے لہجے میں بولا۔
"مشکل سے چودہ برس کی عمر ہوگی آپ کی؟"
"نہیں۔" سیما احتجاج کرتے ہوئے بولی "میں سولہ برس کی ہوں۔
سائنس میرا خاص موضوع رہا ہے۔"
"سفر میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"
"نہیں۔ میں صدر محترم کے خاص راکٹ سے یہاں پہنچی ہوں"
"میرے لائق کوئی خدمت؟"
"ظاہر ہے میں فیکٹری دیکھنا چاہوں گی۔ اگر آپ کو کو زحمت نہ ہو یا
اعتراض نہ ہو۔"
"نقلی انسانوں کی تخلیق کا عمل ایک خفیہ عمل ہے۔ جسے ہم کسی کو نہیں بتا
سکتے۔ عام طور پر ہم فیکٹری کے بہت سے ڈیپارٹمنٹ کسی کو نہیں دکھاتے لبس
دو چار شعبے دکھا کے ٹال دیتے ہیں مگر آپ کا معاملہ دوسرا ہے۔ آپ صدر
محترم کی بیٹی ہیں۔ میرا بیٹا نریندر گھوش جو خود ایک بہت اچھا سائنسداں ہے۔ آپ
کو فیکٹری کے بہت سے ایسے شعبے دکھا دے گا جو ہم نے آج تک کسی کو نہیں
دکھائے۔ مگر میں امید رکھتا ہوں آپ مکمل رازداری سے کام لیں
گی۔"
میں وعدہ کرتی ہوں۔ اور ایک سوال بھی پوچھنا چاہوں گی:
"فرمائیے۔"
"آپ کو نقلی انسان بنانے کا فارمولا کیسے ہاتھ آیا؟"
پروفیسر گھوش بولے: "میں دراصل انڈمان جہاز پر بحری زندگی کے مطالعہ
پر معمور تھا۔ اسی زمانے میں انڈمان کے ارد گرد کے ساحلی علاقوں کی سمندری

تہوں پر کام کرتے کرتے اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ قدرت نے انسانی گوشت بنانے کا طریقہ اختیار کیا ہے اس سے الگ ہٹ کر کوئی دوسرا طریقہ ایجاد نہیں ہو سکتا ؟ ظاہر ہے قدرت بھی کئی طریقوں سے زندگی کے خلیے بناتی ہے۔" پروفیسر گھوش سیما کو سمجھانے لگے۔

" درختوں کے تنوں اور شاخوں میں جانداروں کا سرخ لہو نہیں دوڑتا ہم انہیں بھی زندگی میں شمار کرتے ہیں۔ اگر کسی طریقے سے انسانی گوشت بنایا جا سکے ؟ "

ذرا سوچئے مس سیما چھوٹے چھوٹے ٹسٹ ٹیوبوں میں بجری زندگی کا پلازما آزماتے ہوئے ایک معمولی گھونگھے کے بدن سے سے کر انسان کی تعمیر تک پہنچ جانا۔ مگر کسی دوسرے طریقے سے پہنچ جانا کس قدر مشکل اور صبر آزما کام تھا۔ مگر۔۔۔۔۔۔

پروفیسر گھوش رک گیا کیوں کہ اس کی میز پر ایک گھنٹی بج رہی تھی۔
پروفیسر گھوش نے ڈکٹافون اٹھا کر کہا۔ نہیں۔ اس وقت مجھے کسی سے ملنے کی فرصت نہیں ہے۔ میں کانفرنس میں ہوں۔"

ڈکٹافون رکھ کر ا نے ایک لمحے کے لئے سیما کی طرف دیکھا۔ بادل بور ہو کر ایک کونے میں بیٹھ گیا تھا۔

پروفیسر گھوش خاموشی سے سیما کو گھورے جا رہا تھا۔

" سیما بولی ،" تو پھر کیا ہوا " ؟

" پھر میرے سامنے یہ سوال آیا کہ اس ٹسٹ ٹیوب میں بھرے ہوئے مادے سے زندگی کو کیسے ابھارا جائے اور گوشت اور ہڈی اور رگیں اور نسیں۔ گلینڈ اور ہارمون ۔۔۔ کیا آپ سمجھ رہی ہیں ۔"

یسما ہنس کر بولی: "زیادہ تو نہیں۔ مگر بے حد دلچسپ کہانی ہے۔"

"آپ کے لئے کہانی ہوگی مگر یہ میری کل زندگی کی روداد ہے۔ دھیرے دھیرے تجربے کرتے ہوئے میں اس مقام پر پہنچ گیا جہاں میں ایک ایسا انسان بنا سکتا تھا جس میں ٹیگور کی سی شاعری ہو اور آئنسٹائن کا سا دماغ ہو۔ یا ایک ایسا کیڑا جو پچاس فٹ لمبا ہو اور سقراط کی سی سوجھ بوجھ رکھتا ہو، جو نقلی مادہ میں نے تیار کیا اس میں زندہ رہنے کی ایسی قوت تھی کہ دوسرے مادوں اور این زائم سے مل کر نئی قسم کی تخلیق کی طرف کیا جا سکتا تھا۔ انسانی گوشت اور خون اور پلازما کو دوسرے مادوں کے ساتھ لگانے سے ایسا کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرا دل لگانے کی سرجری اسی لئے اکثر ناکام ہوتی ہے کہ جسم دوسرے گوشت کی اپنے اندر پیوند کاری سے انکار کرتا ہے۔

"اس میں تو راز کی کوئی بات نہیں ہے جو دوسروں کو معلوم نہ ہو۔ اب تو ساری دنیا جانتی ہے۔ اسی لئے ہم نے پلاسٹک کے دل بنائے ہیں ہمارا جسم رد نہیں کر سکتا۔ یہ ایسا کون سا بھید ہے جسے لوگوں سے چھپایا جا سکے یا جس کو کسی کو نہ بتانے کے لئے میں مجہول قسم کی قسمیں کھانے پر مجبور کی جاؤں گی۔"

"بلاشبہ اس میں راز کی کوئی بات نہیں ہے مگر راز صرف اتنا ہے کہ ٹسٹ ٹیوب میں نقلی خون اور گوشت بنانے پر صبر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں انسان بنانا چاہتا تھا۔ انسان۔!"

"انسان؟۔"

"ہاں تقریباً۔ اسی لئے میں نے اپنے تجربے شروع کئے۔ شروع شروع میں

سخت ناکامی سے واسطہ پڑا۔ پہلا انسان جو میں نے بنایا۔ اس کی صورت تو مجھ سے ملتی جلتی تھی۔ وہ صرف تین دن تک زندہ رہا۔ پھر میں لنگور نما انسان بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ جس کی دم بھی تھی۔ اس موقع پر اپنے دوست پروفیسر پاٹل سے مجھے اچانک مدد مل گئی۔

پاٹل کا دماغ سائنسدان کے بجائے ایک انجینئر کا دماغ ہے اس نے مجھے سمجھایا کہ انسان کے اندرونی جسم کی مشینری بہت پیچیدہ ہے اور بعض حالتوں میں بے حد نقصان دہ بھی ہے۔ ہمیں انسان۔ یعنی اپنے نئے انسان کو بنانے کے لئے یہ بھی سوچنا ہوگا کہ اس کے اندر بہت سے اعضا ایسے ہیں جن کی نئے انسان کو ضرورت نہ ہوگی۔ یعنی اگر ہم معاشی نقطہ نگاہ سے دیکھیں تو فیکٹری میں کام کرنے والے مزدور کے لئے معدے کی کیا ضرورت ہے۔ جگر اور سینے اور گردے کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں دل کی ضرورت ہے۔ جو رگوں میں خون دوڑانے جو دماغ کی ضرورت ہے جس سے وہ سوچ سکے۔ ہڈیوں، ریڑھ کی ہڈیوں، ہاتھ پاؤں، سننے کی قوت۔ بولنے کی قوت، دیکھنے کی قوت، سونگھنے کی قوت کی ضرورت ہے مگر چکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ بولنے کے لئے زبان ضروری ہے مگر حس ذائقہ بے کار ہے۔ معدے کو نکال دینے سے بہت سے فضول اعضا خود بخود نکال دینے پڑے جس سے نقلی انسان بنانا منافع بخش اور منشی اعتبار سے بہت کامیاب ہو گیا۔ یوں سمجھئے کہ ہم نے اصلی انسان کو ماڈل قرار دے کر اس کے جسم میں مناسب تبدیلیاں کر دیں۔" پروفیسر گموش کہتے کہتے رک گیا۔

"کہیں آپ بور تو نہیں ہو رہی ہیں؟"

"جی نہیں۔ یہ موضوع میرے لئے بہت دلچسپ ہوتا جا رہا ہے۔"

"شاید آپ کے لئے چائے منگواؤں؟ ہوں؟"

"اچھا۔ پی لوں گی۔"

"ساتھ میں کیا کھایا جائے؟" بادل نے اب گفتگو میں دخل دیا۔ اب تک وہ بالکل چپ بیٹھا تھا۔

"مجھے چائے کے ساتھ پنیر کی پھلکیاں پسند ہیں بیسن میں تلی ہوئی۔" سیما نے کہا۔

پروفیسر گھوش نے بٹن دبایا۔ شیلا اندر آگئی۔ پروفیسر گھوش نے اسے چائے اور پنیر کی پھلکیاں منگوانے کو کہا۔ شیلا انتظام کے لئے پھر باہر چلی گئی۔

سیما نے سوال کیا۔ "تو کیا آپ کے نقلی انسان خوش رہتے ہیں۔ رنجیدہ ہوتے ہیں۔ سیر کو جاتے ہیں۔ گانا گاتے ہیں۔ ناچتے ہیں۔"

"یہ سب غیر ضروری باتیں ہیں اور صرف انسان کو زیب دیتی ہیں، مس سیما کیا آپ ستار بجاتی ہیں؟"

"جی ہاں۔" "مجھے ستار بے حد پسند ہے۔"

"بہت خوب۔ ایک دن سنوں گا۔ میں ستار بجا تو نہیں سکتا لیکن ستار سننے کا مجھے بے حد شوق ہے۔" پروفیسر گھوش بولا "ہاں مگر پہلے میں آپ کے سوالوں کا جواب دے دوں۔"

"ستار بجانا آپ کے لئے ٹھیک ہے مگر ایک کام کرنے والی مشین کو ستار سے دلچسپی نہ ہونی چاہئے۔ اسے رنج وغم سے کیا مطلب۔ خوشی اور مسرت اس کے کس کام کی۔ پٹرول سے چلنے والی مشین اگر آپ کی طرح چوڑیاں اور کنگن پہن کر بیٹھے تو کتنا عجیب معلوم ہوگا۔ اس لئے یہ کبھی نہ سمجھئے کہ ہم نقلی انسان فیکٹریوں اور کارخانوں اور دفتروں میں کام کرنے کے لئے بناتے ہیں بزم

نشاط سجانے کے لئے نہیں ۔"
پروفیسر گھوش نے سیما کی طرف دیکھا ۔ اسے محسوس ہوا جیسے سیما کے چہرے پر بیزاری اور انقباض کے آثار نمودار ہوئے ہیں ۔ وہ مسکرا کر بولا ۔
"مس سیما کیا آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں ؟"
آپ کے خیال میں سب سے اچھا مزدور بھلا کون ہو سکتا ہے ؟؟
سیما نے سوچ سوچ کر کہا ــــ" اچھا مزدور میرے خیال میں وہ ہو گا جو دیانت دار ہو اور محنتی ہو ۔"
"اور سب سے سستا بھی ہو ۔" ــــ پروفیسر گھوش چلا اٹھا " سب سے سستا بھی ہو اور اس کی ضروریات زندگی سب سے کم ہوں ۔ ہم اپنی فیکٹری میں زیادہ تر ایسے نقلی انسان بناتے ہیں ۔ یوں سمجھئے کہ میں نے انسان کو رد کر دیا اور ایک روبو بنا دیا ۔ روبو کے ساتھ چونکہ بالکل ایک مشین کا سا تخیل بندھا ہوا ہے اس لئے میں اپنے انسان کو روبو سے ارفع خیال کرتا ہوں ۔ بہت سی باتوں میں وہ انسان سے مشابہ ہے اور بہت سی باتوں میں نہیں بھی ہے مگر ہے وہ ایک طرح کا روبو ہی ۔ مگر انسان سے زیادہ محنتی ۔ زیادہ مضبوط ۔ کم ضروریات رکھنے والا ۔ میکانکی اعتبار سے اس کا جسم انسان کے جسم سے بہتر ہے ۔ اس کا دماغ بھی اور ذہن انسان سے بہتر کام کر سکتا ہے مگر میرے روبو کے اندر کوئی روح نہیں ہے ۔ یہ بے روح انسان ہیں ۔
سیما بولی ۔" یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے بنائے ہوئے روبو کے اندر کوئی روح نہیں ہوتی ؟"
"کیا آپ نے مس سیما کسی روبو کے اندر جھانک کر دیکھا ہے ؟"

"نہیں ۔"

"میرا بیٹا آپ کو دکھا دے گا۔ اسے الیکٹرانکس میں بہت دلچسپی ہے اور گلینڈ بنانے کا بھی یہ ماہر ہے۔ آج کل یہ پروفیسر جاوید ملک کی نگرانی روبو کا پلازما بنانے میں لگا ہوا ہے۔ بادل تم سیما کو ایک روبو اندر سے کاٹ کر دکھا دو گے نا؟"

"جی ہاں ۔"

سیما نے ایک جھرجھری سی محسوس کی۔

"ایک انجینئر کی تخلیق ہر صورت میں قدرت کی تخلیق سے بہتر ہوتی ہے۔"

"مگر آدمی تو خدا نے بنایا ہے ۔"

"یہی تو سب سے برا ہوا" پروفیسر گھوش نے کہا "خدا یا بھگوان یا گاڈ جو بھی کہو۔ اسے ماڈرن انجینئرنگ کے اصولوں سے کوئی واقفیت نہ تھی۔ کیا تمہیں یقین آئے گا کہ میں نے پہلے پہل کیسے نقلی انسان تیار کئے۔

"نہیں" سیما بولی۔

دیوزاد انسان سولہ فٹ اونچے انسان یہ سوچ کر بڑے بڑے انسان فیکٹریوں میں بہتر کام کر سکیں گے۔ ایک آدمی سے چوگنا کام۔ مگر میرا پلان فیل ہو گیا۔ اس دھرتی کے مزاج میں سولہ فٹ کے انسان کو زندہ رکھنے کی قوت نہیں ہے وہ جلدی ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں ۔ بے حد بڑے تھے وہ انسان۔ ہمارا سیارہ اتنے بڑے انسان کو پناہ نہیں دے سکتا۔ اس لئے میں نے عام سائز کے نقلی انسان بنانا شروع کئے۔ چھ فٹ کے انسان۔ یا اس سے کم کے جو دیکھنے میں بالکل انسان معلوم ہوں مگر اندر سے نقلی۔ اور اوپر سے ایسے جیسے آپ ہم سب لوگ دکھائی دیتے ہیں۔"

سیما بولی.. ہاں میں نے طہران میں چند ایسے روبو دیکھے تھے۔ شہر کی کارپوریشن نے دو سو ایسے روبو خریدے تھے جو مہتروں کا کام کر سکیں۔ میرا مطلب ہے انہیں اس کام پر مامور کیا گیا تھا۔

"مامور نہیں کیا گیا تھا خریدا گیا تھا۔ مس اوڈاما، میرے بنائے ہوئے انسان خریدے اور بیچے جاتے ہیں۔"

"ہاں" سیما بولی۔ "وہ لوگ سڑک پر جھاڑو دے رہے تھے۔ میں نے انہیں دیکھا تھا۔ بڑے عجیب اور خاموش نظر آتے۔"

پروفیسر گھوش مسکرا کر بولے۔ "مگر ہماری فیکٹری ایک ہی طرح کے روبو بناتی ہے۔ کئی قسم کے نقلی انسان بنائے جاتے ہیں جو سب سے عمدہ قسم ہوتی ہے۔ وہ چالیس برس تک چلتی ہے۔"

"پھر وہ مر جاتے ہیں؟" سیما نے پوچھا۔

"نہیں استعمال سے گھس جاتے ہیں یا ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں۔"

پروفیسر نے بٹن دبا کر بچن سنگھ کو اندر بلوایا اور اس سے کہا۔

"بچن سنگھ مزدور قسم نمبر سات کے روبو لے کر آؤ فوراً۔"

جونہی بچن سنگھ گیا۔ پروفیسر گھوش سیما کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔

"یہ نمبر سات سب سے زیادہ تعداد میں مینوفیکچر کیا جاتا ہے۔"

اتنے میں بچن سنگھ دو روبو لے کر آیا۔ ان کی چال میں فوجی انداز تھا جب وہ دونوں جنرل مینجر کے قریب پہنچے تو سلوٹ کر کے کھڑے ہو گئے۔ ان کے چہرے پر کسی قسم کے جذبے کا شائبہ تک نہ تھا۔ چلنے میں ایک میکانکی انداز تھا۔

سیما نے انہیں دیکھا۔ بے حد مضبوط گٹھا ہوا جسم، چہرہ سنجیدہ، ہونٹ ملو

بند، آنکھوں کی پتلیاں خلا میں گھورتی ہوئی۔ یہ دونوں نقلی انسان کسی چھوٹے
ٹریکٹر کی طرح مضبوط، توانا اور آہنی دکھائی دیتے تھے۔
"قسم نمبر سات معمولی سوجھ بوجھ رکھتی ہے۔ ایک عام انسان کی سی۔"
سیما کے بدن میں ایک جھرجھری سی آئی۔
پروفیسر گھوش نے بچن سنگھ سے کہا۔ "انہیں باہر لے جاؤ۔"
جب بچن سنگھ ان دونوں روبو کو باہر لے کر چلا گیا تو پروفیسر گھوش
سے سیما نے کہا: "انہیں دیکھ کر کچھ عجیب سا احساس ہوتا ہے۔"
"بچن سنگھ جو ان روبو کو لے کر آیا تھا خود ایک روبو تھا مگر پانچ نمبر کا۔"
سیما حیرت میں ڈوب گئی۔ اتنے میں پروفیسر گھوش بولے۔
"آپ نے میری نئی ٹائپسٹ دیکھی؟"
"وہ خوبصورت لڑکی جسے آپ کوئی خط شارٹ ہینڈ میں لکھوا رہے تھے۔"
اتنے میں شیلا اندر آگئی۔ اس کے پیچھے دو روبو آرہے تھے۔ ایک
نے چائے کی ٹرے اٹھا رکھی تھی۔ دوسرے روبو کے ہاتھ میں پنیر کی پھلکیاں
تھیں۔ بیسن میں تلی ہوئیں۔ اس کے سر پر ایک ٹوپی تھی۔ سفید ٹوپی۔ سفید
ٹوپی والے آدمی کی طرف اشارہ کر کے پروفیسر گھوش نے کہا۔
"یہ بھی ایک روبو ہے لیکن اسے ہم نے ذائقے کی قوت دے دی ہے۔
یہ بہت اچھے کھانے پکاتا ہے۔" "کہو روڈر" پروفیسر گھوش نے سفید ٹوپی والے
سے پوچھا۔ "پھلکیاں کیسی ہیں۔"
"میں نے چکھی ہیں جناب۔" روڈر اطمینان سے بولا: "عمدہ ذائقہ ہے۔"
جب چائے اور پھلکیاں گرم گرم۔ ایک تپائی پر رکھی گئیں تو شیلا پروفیسر
گھوش کی اسٹینو چائے بنانے لگی۔ چائے اس نے نہایت تمیز داری سے

بنائی۔ ہر ایک کی خدمت میں پیش کی۔

سیما نے کہا۔ "شیلا تم خود بھی تو ایک کپ چائے۔"

شیلا بولی۔ "میں چائے نہیں پیتی۔"

"تم جو پیتی ہو وہ منگالو۔"

"میں نہ کچھ پیتی ہوں نہ کھاتی ہوں۔"

چائے کی پیالی سیما کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچی۔ حیرت زدہ ہو کر بولی۔ "تو کیا تم بھی۔۔؟"

بیشتر اس کے کہ شیلا کچھ جواب دیتی پروفیسر گھوش نے کہا۔

"یہ بھی فیکٹری سے آئی ہے۔"

سیما نے شیلا سے پوچھا۔ "شیلا کیا تم فیکٹری میں پیدا ہوئی تھیں۔؟"

"نہیں۔" شیلا آہستہ سے بولی۔ "میں یہاں بنائی گئی تھی۔"

"کیا کہہ رہی ہو۔؟"

"شیلا ٹھیک ہی کہہ رہی ہے۔" بادل بولا۔ "اس کی جلد میں نے خود تیار کی ہے۔

اس کی ٹھوڑی یا رخسار چھو کر دیکھو۔ سیما۔ شیلا بے حد ذہین بھی ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ ہم سے کس طرح مختلف ہے (شیلا کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر)، اس کے ہاتھ دیکھو۔ اس کی لمبی مخروطی انگلیاں اس کی زیتونی رنگت، یہ بہترین گریڈ کی روبی ہے۔ شیلا ذرا گھوم تو جاؤ۔"

شیلا اپنا اسکرٹ سنبھال کے گھوم گئی۔ گھومنے سے اس کے بال بھی گھوم کر ماتھے پر آپڑے۔ اس نے بڑی ادا سے اپنے بالوں کو ٹھیک کیا اور سیما سے کہنے لگی۔

۔ آپ راکٹ سے آئی ہیں ۔ لیکن جاتے سمے ہماری فیکٹری کے لگژری
راکٹ سے جائیے ۔ ہمارا راکٹ بہترین راکٹ ہے ۔ عمدہ سیٹیں، بہترین
انتظام سات منٹ میں طہران پہنچ جائیں گی ۔"
" یہ جھوٹ ہے ۔ بالکل جھوٹ ہے ۔" سیما شیلا کے بالوں کو چھو کر بولی ۔
" اس کے بال تو مجھ سے بھی خوبصورت اور ریشمی ہیں ۔ میں مان نہیں
سکتی کہ شیلا ایک روبی ہے وہ یقیناً ایک لڑکی ہے ۔ میری طرح ۔کیوں شیلا ؟"
سیما نے شیلا کی طرف دیکھا جیسے وہ اپنے سوال کا جواب "ہاں ۔ میں
مانگ رہی ہو ۔
شیلا سنجیدگی سے بولی ۔" میں ایک روبی ہوں ۔"
۔ یہ جھوٹ ہے ۔" بے اختیار سیما کے منہ سے نکلا ۔ یہ جھوٹ مسٹر گھوش
اپنی فیکٹری کی اشتہار بازی کے لئے بول رہے ہیں ۔"
۔ کیا —— ؟ پروفیسر گھوش کو بھی غصہ آگیا ۔ آپ کو میری بات کا یقین نہیں
ہے ۔ تو پھر مجھے آپ کو یقین دلانا ہی پڑے گا ۔"
اتنا کہہ کر اس نے بٹن دبایا ۔ بچن سنگھ حاضر ہوا ۔ مسٹر گھوش نے بچن
سنگھ سے کہا ۔" بچن سنگھ شیلا کو چیر پھاڑ کرنے والے کمرے میں لے جاؤ اور
اس کا پیٹ فوراً چاک کردو ۔" پھر سیما سے مخاطب ہو کر بولا ۔" آپ وہاں
جاکر خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتی ہیں کہ شیلا کے جسم کے اندر معدہ جگر
تلی ۔ گردہ ایسے بہت اعضا نہیں پائے جاتے نہ ہی اس کی آنتیں ہیں ۔"
بچن سنگھ نے شیلا کو اٹھانے کے لئے قدم بڑھایا ۔ سیما اپنے صوفے
سے اٹھ کر بچن سنگھ اور شیلا کے درمیان آگئی بولی ۔
" پروفیسر کیا آپ جان لیں گے ۔"؟

" مس سیما۔ یہ تو ایک مشین ہے۔ مشین کو کون مار سکتا ہے۔"

بچن سنگھ نے شیلا سے کہا۔ "میرے ساتھ چلو۔"

اتنا کہہ کر وہ دروازے کی طرف جانے لگا۔ شیلا نے بھی جانے کے لئے قدم بڑھایا۔ سیما اسے روک کر بولی۔

" ڈرو مت شیلا۔ میں تمہیں جانے نہ دوں گی۔ تمہیں قتل نہ ہونے دوں گی۔"

اس نے شیلا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ "مجھے بتلاؤ شیلا۔ کیا یہ لوگ تم سے ایسا ہی جابرانہ سلوک کرتے ہیں۔ کیا تم اس ظلم کے خلاف احتجاج نہیں کر سکتی ہو!"

شیلا نے میکانکی انداز میں کہا: "میں ایک روبو ہوں۔"

" اس سے کیا فرق پڑتا ہے" سیما بھڑک کر بولی۔ "تم بھی ایسی ہو جیسی کہ میں ہوں۔ کیا تم اپنے جسم کے ٹکڑے کرانے پر تیار ہو؟"

"ہاں۔ میں تیار ہوں۔" شیلا نے جواب دیا۔

"کیا مطلب" سیما حیرت سے بولی۔ "تمہیں اپنی موت سے ڈر نہیں لگتا؟"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔" شیلا بولی۔

" تمہیں معلوم ہے تمہارے ساتھ اب کیا سلوک کیا جائے گا۔" سیما نے پوچھا۔

"ہاں میں پھر کبھی حرکت نہ کر سکوں گی۔"

"بچن سنگھ" پروفیسر گھوش نے اس سے کہا۔ "تم مس سیما کو بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

" میں ایک روبو ہوں مس سیما اوڈاما۔ ایک نقلی انسان جسے فیکٹری

میں بنایا گیا ہے۔"

"تو کیا تم اس خوبصورت روبی کے ٹکڑے ٹکڑے کر سکو گے؟"

"ہاں۔"

"اور تمہیں کوئی دکھ نہ ہوگا؟"

"مجھے معلوم نہیں مس سیما اوڈاما۔" بچن نے سنجیدگی سے کہا۔

"اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے بعد کیا ہوگا؟"

بچن سنگھ بولا۔" اس کے بعد اسے پگھلانے والے شعبے میں بھیج دیا جائے گا۔" جہاں اس کا جسم پھر اسی آٹے میں تبدیل ہو جائے گا جس سے نقلی گوشت بنتا ہے۔" پروفیسر گھوش ہنس کر بولے۔" ہماری فیکٹری کے مردے بھی بےکار نہیں جاتے۔ ہم انہیں انسانوں کی طرح نہ جلاتے ہیں نہ زمین میں گاڑ دیتے ہیں۔ ہم ان سے دوبارہ نقلی انسان بنا لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم نے نیچر کو بھی مات دے دی ہے۔"

"کس قدر بھیانک ہے یہ تصویر۔" سیما نے کانپ کر کہا۔ مہربانی کر کے ان دونوں کو اس وقت تو اس کمرے سے باہر بھیج دو، مگر شیلا کو مارا نہیں جائے گا۔

"اگر تمہیں یقین آگیا ہے کہ میں سچ کہہ رہا ہوں تو مجھے شیلا کے جسم کو پگھلانے کی کیا ضرورت ہے۔ جاؤ شیلا اور بچن سنگھ تم دونوں باہر چلے جاؤ۔"

پروفیسر گھوش اپنی سیٹ سے اٹھ کر ایک بڑی فرینچ کھڑکی کے پاس گیا۔ اور سیما سے کہنے لگا۔" ادھر آؤ۔"

سیما اس کے قریب گئی۔ بادل بھی اٹھ کر سیما کے ساتھ ہو لیا۔ پروفیسر گھوش نے کھڑکی کے باہر اشارہ کرتے ہوئے کہا۔" کچھ دیکھ رہی ہو؟"

"ہاں کچھ لوگ دیوار پر اینٹیں چن رہے ہیں ۔"

"وہ سب روبو ہیں اور جو افسران کی نگرانی کر رہے ہیں وہ بھی روبو ہیں ۔ ادھر نیچے بلڈنگ دیکھتی ہو — ؟"

"کوئی بڑا گودام معلوم ہوتا ہے کانچ کا ۔ ۔ ۔ ۔"

"یہاں پر باہر بھیجنے والے روبو لوگوں یعنی نقلی انسانوں کی گنتی کی جاتی ہے ۔ ان کی دیکھ بھال اور جانچ پڑتال کے لئے جو لوگ مقرر ہیں وہ سب روبو ہیں، نقلی انسان ہم اپنی فیکٹری میں ہر طرح کے نقلی انسان بناتے ہیں ۔ جن کی عقل عام مردوں سے دوگنی ہوتی ہے ۔ پھر اس سے بھی کم ذہین ۔ پھر ایسے لوگ جو فیکٹری میں کام کر سکیں اور اوسط درجے کی عقل رکھتے ہیں ۔ تمہیں وہ بے حد ذہین انسان بھی دکھائے جائیں گے ۔ نریندر فیکٹری میں لے جا کر انہیں سب کچھ دکھا دو ۔"

سیما گھبرا کر بولی : "کیا ہم لوگ کسی اور مسئلے پر بات نہیں کر سکتے ۔"

"کر سکتے ہیں ۔" پروفیسر گھوش نے کہا ۔ "یہاں گنتی کے چند ہی آدمی ہیں باقی سب روبو ہیں ۔ سب نقلی انسان اور عورت ایک بھی نہیں ۔ یہ شیلا ایسی عورت نما روبیاں ہم اس لئے بناتے ہیں کہ مختلف دفتروں اور فیکٹریوں سے عورت نما اسٹینو ٹائپسٹ ریسپشنسٹ کی مانگ آتی ہے ورنہ آپ کے سوا اس وقت اس فیکٹری میں کوئی عورت نہیں ہے ۔"

اتنے میں دروازے پر زور کا کھٹکا ہوا ۔ گھوش نے کہا : "اندر آجاؤ ۔"

چار انسان اندر آئے ۔ آتے ہی انہوں نے فوجی انداز سے سیلوٹ کیا ۔

جس کا سر ہلا کر جنرل مینیجر نے جواب دیا ۔

مسٹر گھوش کہنے لگے ۔ "مس سیما ان سے ملو ۔ ڈاکٹر پارکنز ہیں ۔ یہ مس سیما ہیں صدر محترم کی بیٹی ۔"

"بے حد مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔" ڈاکٹر پارکنز نے سیما سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "میرے خیال میں آپ کی آمد کی خبر سب اخباروں میں بھجوا دی جائے۔"

سیما نے گھبرا کر کہا۔ "نہیں۔ نہیں۔ وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹھ جاؤ مس اوڈاما۔ جنرل مینجر نے سیما سے کہا۔" اگر آپ کو شہرت ناپسند ہے تو نہ سہی۔ مگر کرسی پر بیٹھ جائیے۔"

اس موقع پر چاروں آدمی اپنی اپنی کرسی پیش کرنے لگے۔ چند لمحے عجیب افراتفری کا عالم رہا۔ بالآخر سیما نے بادل کی پیش کی گئی کرسی لے لی اور اس پر بیٹھ گئی۔

ڈاکٹر پارکنز بولے۔ "راکٹ کا سفر کیسا رہا؟"

دوسرا بولا۔ "فاصلہ اس قدر کم ہو جاتا ہے کہ پتہ نہیں چلتا کہ کب چلے کب پہنچے۔ میں اس لئے راکٹ کے بجائے جیٹ یا ریل گاڑی کو ترجیح دیتا ہوں۔ معلوم تو ہوتا ہے کہ سفر کر رہے ہیں۔"

تیسرا کہنے لگا کہ "ہماری فیکٹری کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

یکایک جنرل مینجر نے تحکمانہ لہجے میں بلند آواز میں کہا۔

"چپ ہو جاؤ۔ مس سیما کو کہنے دو۔"

"میں کیا کہوں ان سے۔" سیما جنرل مینجر کی طرف دیکھنے لگی۔

"جو آپ کے جی میں آئے آپ ان سے کہہ سکتی ہیں۔ انہیں سننا پڑے گا۔

سیما ان چاروں کو غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیا میں ان سے صاف صاف باتیں کر سکتی ہوں ؟"

"کیوں نہیں" جنرل مینجر بولا "اس میں ہرج ہی کیا ہے۔"

سیما چاروں کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "جس طرح کا سلوک آپ سے کیا جاتا ہے۔ کیا اس سے آپ کو تکلیف نہیں۔

"کس طرح کا سلوک ؟" ڈاکٹر پارکنز نے پوچھا۔

"کون ہمیں تکلیف دیتا ہے ؟" دوسرا کہنے لگا۔

تیسرا بولا۔ "آپ کے دل میں یہ خیال کیسے آیا ؟"

سیما بولی۔ "کیا آپ کے دل میں کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ آپ اس سے بہتر زندگی بسر کر سکتے ہیں۔"

چوتھا بولا۔ "اس بہتر زندگی سے آپ کا مطلب کیا ہے ؟"

سیما ایک دم جوش میں آ گئی۔ "یہاں تو شدید بے رحمی کا مظاہرہ ہو رہا ہے اور آپ مجھ سے سلوک کی بات پوچھ رہے ہیں۔ ساری دنیا میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ اسی لئے میں یہاں آئی ہوں تاکہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں اور جو میں نے سن رکھا تھا اس سے ایک ہزار گنا زیادہ بے رحمی میں یہاں دیکھتی ہوں۔"

"کس طرح کی بے رحمی ؟" چوتھے آدمی نے پوچھا۔

"ذرا سوچو" سیما بولی۔ "آپ لوگ بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ ہم میں اور آپ میں کیا فرق ہے مگر جس طرح سے آپ یہاں رہتے ہیں وہ بے حد شرمناک ہے۔"

ڈاکٹر پارکنز بولا "ہاں اس میں تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ دنیاوی تہذیب کی بہت سی سہولیات سے ہم لوگ اس جزیرے میں بلکہ میں کہوں گا اس

تہ خانے میں رہتے ہوئے محروم رہ جاتے ہیں۔"

سیما بولی۔" کیا میں آپ کو بھائی کہہ سکتی ہوں؟"

"کیوں نہیں۔" دوسرا بولا۔

سیما اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بولی "بھائیو! میں یہاں صدر محترم کی بیٹی کی حیثیت سے نہیں آئی ہوں۔ میں انسانیت پرست لیگ کی طرف سے یہاں بھیجی گئی ہوں تاکہ میں آپ لوگوں کو بتا سکوں کہ انسانیت پرست لیگ کے دس لاکھ ممبروں کی ہمدردی آپ کے ساتھ ہے اور جو کچھ آپ کے ساتھ یہاں ہوا ہے۔ میں اس کے خلاف پرزور احتجاج کرسکتی ہوں ہم لوگ آپ کو ہر طرح کی مدد دینے کے لئے تیار ہیں۔"

"کس طرح کی مدد۔؟"

"ذرا ٹھہریئے۔" پروفیسر گھوش مسکرا کر بولے "میرا خیال ہے مس سیما اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ اس وقت روبوٹ لوگوں کو خطاب کر رہی ہیں۔"

"بلا شبہ یہ لوگ روبو ہی تو ہیں۔" سیما نے کہا۔

وہ چاروں ہنسنے لگے اور چاروں اکٹھے بول پڑے۔" ہم لوگ روبو نہیں ہیں۔ مس سیما ہم لوگ تمہاری طرح انسان ہیں۔"

سیما نے پلٹ کر پروفیسر گھوش کو مخاطب کرکے کہا۔" مگر آپ ہی نے تو مجھے بتایا تھا کہ اس فیکٹری کے تمام آفیسر روبو ہیں۔ نقلی انسان ہیں۔"

"ہاں۔ آفیسر لوگ نقلی انسان ہیں مگر شعبے کا مینجر ایک انسان ہے۔ معاف کیجئے گا مس سیما۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔" پروفیسر گھوش ہنس کے بولا۔ "میں اپنے ساتھیوں کا تعارف کرانا بھول گیا۔ یہ ڈاکٹر پارکنز ہیں، جن کا تعارف میں پہلے کرا چکا ہوں۔ یہ ہماری تجرباتی لیبارٹری کے انچارج ہیں۔ یہ ڈاکٹر جاوید ملک

ہیں۔ یہ دماغیات کے ماہر ہیں۔ یہ ڈاکٹر پاٹل ہیں جن کے ساتھ مل کر میں نے اس نقلی انسان کی تخلیق کی ہے۔ یہ ڈاکٹر اوپن ہائمر ہیں اعصابیات کے ماہر۔"
سیمانے سب سے ہاتھ ملا کر معافی مانگتے ہوئے کہا۔
"میں بے حد شرمندہ ہوں۔ میں نے آپ کو نقلی انسان سمجھا اور نقلی انسانوں کو اصلی انسان سمجھ لیا۔"
"کوئی بات نہیں۔ کوئی بات نہیں۔" بادل بولا: "نئے آنے والوں سے ایسی غلطی ممکن ہے۔ ذرا یہ پنیر کی ٹکیاں چکھئے۔"
"اور یہ کھوئے کے لڈو۔" جاوید ملک بولے۔ ان کی چھوٹی سی فرنچ کٹ داڑھی بھی جوان کے ذہین چہرے پر بہت اچھی لگ رہی تھی۔ ڈاکٹر جاوید ملک نریندر گھوش سے کوئی دس سال بڑے ہوں گے۔ سیمانے غور سے ان کی طرف دیکھتے دل ہی دل میں قیاس کیا اور پھر ان کے ہاتھ کا پیش کیا ہوا کھوئے کا لڈو لے کر اس کا آدھا ٹکڑا اپنے منہ میں ڈال لیا۔ کھاتے کھاتے اس نے دیکھا کہ نریندر گھوش کے چہرے پر سایہ آیا اور گزر گیا۔ سیما لجا کر بولی۔
"آپ لوگ اپنے دل میں مجھے کتنا برا سمجھتے ہوں گے کہ میں یہاں آپ کی فیکٹری کے روبولوگوں کو بغاوت پر اکسانے کے لئے آئی ہوں۔"
"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" پروفیسر گھوش بولے ہمارے روبو سب کی باتیں سن لیتے ہیں مگر ان پر کوئی رد عمل نہیں ہوتا۔ وہ ہنستے تک نہیں۔ یہاں طرح طرح کے دیوانے آتے رہتے ہیں۔ پگلے۔ صوفی منش۔ اور دنیا کا سدھار کرنے والا رشی۔ پرچارک، لیکھک، سیاست دان اور مذہب پرست۔"
"اور آپ انہیں روبولوگوں کو خطاب کرنے دیتے ہیں۔"
"بے شک کیوں نہیں۔ ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ بس آپ کو اپنی فیکٹری میں

جانے کی اجازت دوں گا۔ صرف اتنا ہی نہیں۔ میں آپ کو اس امر کی اجازت بھی دوں گا مس سیما کہ آپ ہمارے بنائے ہوئے روبو سے جو جی چاہے کہہ دیں بغاوت پر اکسائیں۔ یا انجیل، قرآن، دید ان کے سامنے پڑھیں یا فرانسیسی انقلاب یا اشتراکی انقلاب کی باتیں کریں یا ان کے لئے انسانی حقوق کا تقاضہ کریں ان پر کوئی اثر ہونے والا نہیں ہے" پروفیسر گھوش نے اپنے سگار کی راکھ کو جھاڑتے ہوئے کہا۔

"یہ تو بڑی بھیانک بات ہے۔ آپ ان بے چاروں سے ہمدردی اور محبت کا سلوک بھی نہیں کرتے۔"

کسی روبو سے محبت نہیں کی جا سکتی۔" ڈاکٹر پارکنز بولے۔

"تو پھر آپ ان کی تخلیق کیوں کرتے ہیں؟" سیما نے پوچھا۔

کام کی خاطر" پروفیسر گھوش بولے " ایک روبو ایک آدمی سے تگنا یا ڈھائی گنا زیادہ کام کر سکتا ہے۔ انسانی مشین میں بڑی خامیاں ہیں۔ ایک نہ ایک دن اس مشین کو کارخانے سے ہٹانا ہی تھا۔

" انسانی مشین کارخانے کے لئے اور کارخانے داروں کے لئے بہت مہنگی بھی پڑتی ہے۔ انہیں تنخواہیں دینا پڑتی ہیں۔ کپڑے، کھانا، روٹی۔ گھر۔ الم غلم پراویڈنٹ فنڈ، پنشن، تعلیم، چھٹی، تفریح۔ . . . . . باپ رے۔ کارخانے کے لئے انسانی مشین اب بالکل بے کار ہے۔"

ڈاکٹر روبن ہالمز بولے۔" اور یہ بھی تو سوچئے کہ انسانی مشین کارخانے میں کام کرنے کے لئے کتنا وقت لیتی ہے۔ پورا بچپن بیکار ہے۔ پیدا ہونے سے اٹھارہ برس کی عمر تک کا عرصہ کارخانوں کے لئے بے کار ہے۔ وہ وقت ہم نے روبو بنا کر بچا لیا ہے۔"

ڈاکٹر جاوید ملک نے تعریفی نگاہوں سے سیما کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کی انسانیت پرست لیگ کا اصلی مقصد کیا ہے ؟"
"ہمارا اصلی مقصد روبو یعنی نقلی انسان کو ان کے حقوق دلوانا ہے۔ ان کی حفاظت کرنا ہے اور ان کے لئے بہتر سلوک حاصل کرنا ہے۔"
"بہت اچھا مقصد ہے ۔ مجھے اپنی لیگ کا ممبر بنا لیجئے۔" ڈاکٹر جاوید ملک بولے۔
ڈاکٹر پارکنز بولے۔ "میں بھی ممبر بن جاؤں گا۔"
"آپ ٹھیک سے نہیں سمجھے۔" سیما بولی ہمارا مقصد روبو لوگوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کرانا ہے۔"
"کس طرح" بادل نے پوچھا۔
"انہیں انسانی حقوق دلواکر۔"
یعنی ووٹ۔"؟ ڈاکٹر گموش نے پوچھا" اور تنخواہ۔ لیکن ووٹ لے کر وہ کیا کریں گے اور تنخواہ ان کے کس کام آئے گی۔ وہ کیا خرید سکیں گے اس سے؟ معدہ ان کے پاس نہیں ہے۔ کپڑے کارخانے دار مہیا کرتے تھے۔ جنسی اعتبار سے ان کا شمار تیسری جنس میں کیا جائے گا۔ علاوہ روبی عورتوں کے جیسے اسٹینو ٹائپسٹ یا رسیپشنسٹ ر (Receptionist) وغیرہ ہم روبو لوگوں کی عورتیں نہیں بناتے آج تک کسی نے روبو کو مسکراتے نہیں دیکھا۔
"مگر وہ ذہین تو ہیں ؟" سیما نے پوچھا۔
"بے حد ذہین روبو بھی ہوتے ہیں مگر ان کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی کیونکہ ان کی کوئی روح نہیں ہوتی۔ وہ لوگ انسان نہیں ہیں۔ انسان سے مشابہت ضرور رکھتے ہیں۔"
"اگر آپ ان سے محبت کا سلوک کریں ؟" سیما نے پوچھا۔

"وہ محبت کے جذبے سے آشنا ہی نہیں۔ وہ لوگ اپنے آپ سے بھی
محبت نہیں کرتے۔"
"بغاوت بھی نہیں کرتے کبھی؟"
"بغاوت؟ نہیں۔" ڈاکٹر جاوید بولے۔ "ہاں کبھی کبھی ان کا دماغ پھر
جاتا ہے۔ وہ اپنی مٹھیاں کسنے لگتے ہیں اور دانت پیسنے لگتے ہیں۔ میں
نے اس بیماری کا نام مروبائٹس رکھا ہے۔"
"آپ ایسے روبوں سے کیا سلوک کرتے ہیں؟"
"اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پگھلا دیا جاتا ہے۔"
" ڈاکٹر روبن ہالٹر بولے۔ "میں اس بیماری کا علاج ڈھونڈ رہا ہوں"
"یہ ایک کمزوری ہے ہمارے روبوں میں جسے ہم جلد دور کرنے میں
کامیاب ہو جائیں گے۔"
"یہ کمزوری نہیں ہے" سیما نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔ "یہ ان کی روح ہے
"کیا روح دانت پیس کر احتجاج کرتی ہے؟" پروفیسر گھوش نے طنزاً پوچھا۔
"یہ شاید علامت ہے اس بات کی کہ اندر کوئی جدوجہد چل رہی ہے
روبو کے دماغ میں بغاوت کی پہلی نشانی۔ ڈاکٹر روبن ہالٹر کوشش کرکے
ان سے بہتر سلوک کیجئے" سیما نے ہمدردی سے کہا۔
ڈاکٹر جاوید ملک بولے۔ "ابھی تو ہم ایک نئی قسم کا روبو بنانے میں
مصروف ہیں۔ میں اسے ڈولبو کہوں گا۔"
"ڈولبو۔"
"ہاں۔ ڈولبو۔ روبو سے ذرا مختلف روبو کو درد کا احساس بالکل نہیں ہوتا۔
پروفیسر جاوید ملک نے کہا۔ "کبھی کبھی کام کرتے کرتے وہ غلط طریقے سے

مشین میں اپنا ہاتھ دے دیتا ہے تو اس کا ہاتھ کٹ جاتا ہے مگر چونکہ اسے کسی درد کا احساس نہیں ہوتا اس لئے اسے اپنا بازو کٹ جانے پر ذرا افسوس بھی نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی اس کا سر کسی مشین سے کٹ جاتا ہے اگر میں اس کے اعصاب میں درد کا ردّعمل پیدا کر دوں گا تو اس سے وہ خود بخود اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے گا۔ اور اسی طرح سے بہتر مزدور بن سکے گا۔ بہت جلد میں لڑبو بنانے میں کامیابی حاصل کر لوں گا۔"

"آپ ان روبو یا لڑبو لوگوں میں روح کیوں نہیں پیدا کرتے ہیں"؟ سیما نے پوچھا۔

"یہ ناممکن ہے۔" پروفیسر گھوش نے کہا۔

"یہ ہمارے حق میں بھی نہیں ہے۔" ڈاکٹر پارلنز نے کہا۔

"دیکھئے مس سیما روبو کی تخلیق کرنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ خرچ کم کیا جا سکے تاکہ اشیاء کی گرانی کم ہو جائے۔ کیونکہ کارخانے دار روبو کو کوئی تنخواہ نہیں دیتے اس لئے ان کا خرچ ایک تہائی کم ہو گیا ہے۔ اس حساب سے موجودہ قیمتیں پچھلی قیمتوں کے مقابلے میں ایک تہائی کم ہیں۔

اگلے سال میں جب ہم مزید روبو تیار کر سکیں گے اور دنیا کے ہر کارخانے کو روبو دے سکیں گے تو ایک دن ایسا آئے گا کہ دنیا کا ہر انسان کام کی ذلت سے نجات پا جائے گا اور قیمتیں صفر تک پہنچ جائیں گی۔ روبو ہر چیز فراوانی سے پیدا کر سکیں گے گیہوں، چاول، ریڈیو، ٹیلی ویژن، فرنیچر، کپڑے، پردے، فیشن، کھانا، لباس، گھر، مکان، بلڈنگیں وہ سب بنا سکیں گے۔ صحیح معنوں میں اسی وقت انسان اس سیارے کا مرکز کل ہو گا۔ اپنی روح کا مکمل مالک۔

"جنت کا سا تصور ہے۔" سیما حیرت زدہ ہو کر بولی۔

"تم ایک نوجوان لڑکی ہو۔ میرے بیٹے بادل کی طرح" پروفیسر گھوش بولے۔ "ممکن ہے ہم لوگ وہ دن نہ دیکھ سکیں مگر آپ لوگ وہ دن ضرور دیکھیں گے۔"

سیما بولی۔ "میں کچھ گڑبڑا سی گئی ہوں۔ آئی تھی کسی اور کام کے لئے یہاں آپ کا مقصد کچھ اور نظر آتا ہے۔"

بادل نے اپنی کرسی سے اٹھ کر کہا۔ "بہت بحث ہو چکی۔ میرے خیال میں مس سیما میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوں تو میں آپ کو فیکٹری دکھا دوں گا۔"

سیما اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ بولی۔ "چلیے"۔ . . . .

بادل نے سیما کو پہلے وہ شعبہ دکھایا جہاں بڑے بڑے آہنی کڑھاؤں میں روبو بنانے کا خام مادہ گوندھا جاتا تھا. گوندھنے کا عمل بجلی کے ذریعہ ہوتا تھا. بڑی حیرت سے سیما نے اس مادّے کو دیکھا جو دیکھنے میں گلابی رنگ کا تھا مگر بٹن دباتے ہی یہ خام مادہ بڑے بڑے کڑھاؤں میں اس طرح ابلنے لگتا تھا جس طرح اس نے صابن بنانے والے کارخانوں میں دیکھا تھا.

بادل نے کہا: "بنیادی طور پر صابن بنانے اور روبو بنانے میں کوئی فرق نہیں ہے ترکیب وہی ہے. صرف اجزا مختلف ہیں اور عمل صابن بنانے سے بہت زیادہ پیچیدہ ہو جاتا ہے."

پھر سیما نے وہ شعبہ دیکھا جہاں گوشت بنتا تھا اور اس مادہ سے رگ وریشے تیار ہوتے تھے.

ایک شعبہ میں صرف نقلی اعصاب بنانے کے تار میلوں تک پھیلے ہوئے تھے.

تیسرے شعبہ میں روبو کے لئے صرف دماغ تیار کیا جاتا تھا.

چوتھے شعبہ میں روبو کے لئے جلد تیار کی جاتی تھی. بادل اس شعبہ کا انچارج تھا. وہ بڑے فخر سے سیما کو اپنے ڈیپارٹمنٹ میں لے گیا.

"یہاں جلد بنائی جاتی ہے." بادل نے سیما کو بتایا.

اس ڈیپارٹمنٹ میں چاروں طرف لوم اور سپنڈل چل رہے تھے اور کٹائی ہو رہی تھی مشینوں پر.

"قدرت نے ہماری جلد کی تین تہیں رکھی ہیں" بادل سیما سے کہنے لگا.

"لیکن روبو لوگوں کے لئے صرف ایک مضبوط تہ کافی ہے۔ البتہ عورتوں یعنی روبی بنانے میں دو تہیں استعمال ہوتی ہیں۔ پھر بھی وہ بات پیدا نہیں ہوتی جو عورت کی جلد میں ہوتی ہے۔"

سیما نے بات کا رخ پلٹ کر کہا۔ "تو یہاں جلد الگ سے بنتی ہے؟"

"یہ تم جو مشین دیکھ رہی ہو کہیں پر مہین تار بُنے جا رہے ہیں۔ کہیں پر ان سے ذرا موٹے۔ لیکن میرے لئے سب سے مشکل کام وہ تھا جب میں نے سائی لن ایجاد کیا۔"

"سائی لن کیا؟" سیما نے پوچھا۔

سائی لن نائی لون ہی کی ایک قسم ہے ایک طرح کا کیمیکل دھاگہ جس سے روبو کی جلد بنی جاتی ہے۔ میری کوشش یہ رہی ہے کہ میں ایک ایسا دھاگہ تیار کر لوں جو پائداری میں نائی لون سے زیادہ دیر پا اور ملائمیت میں ریشم کو مات کرتا ہو۔ کئی سال کے تجربوں کے بعد سائی لن بنانے میں کامیاب ہو گیا۔

اس وقت تم اپنے آگے پیچھے۔ دائیں بائیں۔ چاروں طرف جن مشینوں کا شور سنتی ہو اور جن باریک دھاگوں کے جال کو مشینوں سے نکلتے ہوئے دیکھتی ہو یہ سب سائی لن کے دھاگے ہیں یا ان دھاگوں سے بنی ہوئی کتائی ہے جو سب سے آخر میں روبو کے جسم پر چڑھائی جاتی ہے۔"

سیما نے حیرت زدہ ہو کر اپنے چاروں طرف دیکھا۔

چاروں طرف مشینوں کی دبی دبی گونج کے درمیان ہزاروں گز لمبے تاگے نکل رہے تھے اور اس کی آنکھوں کے سامنے مختلف سائز کی بنائی میں ان کی کتائی ہو رہی تھی۔

انواع واقسام کی جلدیں اس کی آنکھوں کے سامنے تیار ہو رہی تھیں۔
"عورتوں کی جلد کے لئے بہت ہی سپر فائن قسم کا سائٹلن استعمال ہوتا ہے۔"
"یعنی ۔۔ ؟" سیما کچھ پوچھنا چاہتی تھی مگر رک گئی۔
"یعنی جس قسم کی جلد تم نے شیلا کے چہرے پر دیکھی۔" بادل بولا۔ "آؤ تمہیں وہ سیکشن بھی دکھا دوں۔"

سیما کا ہاتھ پکڑ کر مشینوں کے گھیرے سے گزرتے ہوئے وہ اس کمرے میں پہنچ گیا۔ جہاں بے حد مہین اور ریشم سے بھی نازک دھاگوں کا جال بنایا جا رہا تھا۔ چاروں طرف خودکار مشینوں کی "غوں۔ غوں" خوابناک گونج تھی۔ اور فضا میں ایک دھندسی چھائی ہوئی تھی۔

سیما نے ذرا آگے جھک کر ان ریشم سے باریک تاگوں کو چھونا چاہا جو ایک مشین سے نکل رہے تھے کہ ایک دم زور کا جھٹکا سیما نے محسوس کیا۔ دوسرے لمحے میں اس نے دیکھا کہ بجلی کی تیزی سے بادل نے اس کا ہاتھ ہٹا لیا مگر اتنے میں سیما بادل کی باہوں میں بے ہوش ہو چکی تھی۔"

جب وہ ہوش میں آئی تو اس نے اپنے آپ کو ایک ایسے کمرے میں پایا جس کا بستر بے حد آرام دہ تھا اور جس کی کھڑکیوں سے بجلی کی روشنی ہلکے ہرے پردوں سے چھن کر آ رہی تھی۔ اس کے سامنے کرسی پر قریب ہی بادل بیٹھا تھا مگر اس کی بائیں بانہہ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کر بادل نے کہا۔ "شکر ہے تم بالکل بچ گئیں۔"
"مگر مجھے بجلی کا سا جھٹکا محسوس ہوا تھا۔"
"غلطی میری تھی میں تم سے کہنا بھول گیا کہ کسی مشین یا تاگے کو ہاتھ نہ لگانا ان سب میں بجلی کی رو دوڑ رہی ہے۔ شکر ہے تمہیں ذرا ہی سا جھٹکا لگا اور میں

اپنے ہاتھ سے تمہارے ہاتھ کو پرے سے جانے میں کامیاب ہو گیا مگر اس جھٹکے نے تمہیں آدھے گھنٹے کے لئے بے ہوش کر دیا۔"

"اور تمہارے ہاتھ پر یہ پٹی کیسی بندھی ہوئی ہے۔ انگلیوں پر؟" سیما نے پوچھا۔

"یہ میری غلطی کی سزا ہے"

"زخم آیا ہے؟"

"نہیں۔ میرے بائیں بازو کی دو انگلیاں تاگے سے کٹ گئیں ہیں۔"

"تاگے کی دھار اس قدر تیز ہوتی ہے؟"

"جب مشین سے نکلتا ہے تو اس کے اندر بلیڈ کی سی تیز دھار ہوتی ہے۔ تمہارے ہاتھ نے ابھی اسے چھوا بھی نہ تھا کہ میرے ہاتھ نے تمہارے ہاتھ کو پکڑ لیا مگر اس کے جھٹکے میں میرا ہاتھ تاگے سے لگ گیا اور دو انگلیاں کٹ گئیں۔

"میری خاطر!" سیما آہستہ سے بولی۔

تمہاری خاطر جان بھی چلی جاتی تو کیا تھا۔" بادل اڑتے ہوئے بادلوں سے بھی دور لہجہ میں کہا جیسے وہ کسی اور سے مخاطب ہو۔

"سیما بستر پر اٹھ بیٹھی۔ اپنے بال ٹھیک کئے۔ بادل نے اس سے کہا۔

"لیٹی رہو۔"

"نہیں اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔" سیما نے بستر سے اٹھ کر کہا۔

وہ بادل کے قریب آئی اور اس نے بڑی ملائمیت اور نرمی سے بادل کے زخمی ہاتھ کو چھوا پھر حیرت سے بولی۔ "میری خاطر؟"

بادل چپ رہا۔

سیما نے حیرت سے کہا: "حیرت تو اس بات کی ہے کہ جس فیکٹری میں مرد اور عورت سے اس قدر دور رہتے ہیں وہاں اس قسم کی حرکت ہو جائے۔"

بادل مسحور نگاہوں سے سیما کو دیکھ رہا تھا۔

سیما نے پوچھا: "کیا سب ڈیپارٹمنٹ تم نے مجھے دکھائے ہیں؟"

"تقریباً سب۔"

"لیکن میں نے تمہارے شعبہ میں کسی روبو کو کام کرتے نہیں دیکھا۔"

"چند شعبے خودکار ہیں۔ ان میں روبولوگوں کو بھی جانے نہیں دیا جاتا۔"

"کیوں۔؟"

"تاکہ وہ اپنی تخلیق کے راز سے واقف نہ ہوسکیں۔ روبو بہت ذہین ہوتے ہیں۔"

"اور" سیما جھجک کر بولی "تقریباً سب کا کیا مطلب تھا؟"

"بس وہ شعبے تمہیں نہیں دکھائے" بادل بولا "ایک تو وہ شعبہ جہاں روبو کی ہڈیوں کا پنجر تیار کیا جاتا ہے۔ دوسرا وہ شعبہ جسے ہم اسمبلی پلانٹ کہتے ہیں۔ جہاں روبو کو آخری شکل دی جاتی ہے۔ وہ بھی ایک خودکار شعبہ ہے اور اس کی نگرانی پروفیسر پاٹل اور میرے پتا جی کرتے ہیں۔ لیکن پروفیسر پاٹل سے بھی زیادہ میرے پتا جی روبو کی ساخت کو بہتر جانتے ہیں۔ اسمبلی پلانٹ میں ان کی رائے آخری اور قطعی مانی جاتی ہے۔ اور یہ اسمبلی پلانٹ کسی سیاح کو دکھانے کی اجازت نہیں ہے۔"

"اور اگر میں کہوں تو؟" سیما نے پوچھا۔

بادل نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا: "اگر تم کہو گی تو ضرور دکھا دوں گا لیکن اس کے بعد مجھے گولی سے اڑا دیا جائے گا۔"

سیما کانپ کر بولی: "تو مجھے منظور نہیں ہے۔"
بادل چپ رہا۔
"اب اس کمرے سے چلیں!"
"تم بالکل ٹھیک محسوس کرتی ہو؟"
"بالکل ٹھیک۔"
"یہی ڈاکٹر نے بھی کہا تھا جو تمہیں ابھی دوا دے کر گیا ہے اس نے کہا تھا جب تم اٹھو گی تو بالکل ٹھیک محسوس کرو گی۔"
"ہاں میں بالکل تازہ دم محسوس کرتی ہوں۔"
"ہاں تو اب تم میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں خاص طور پر اس فیکٹری کا ایک حصہ دکھانا چاہتا ہوں۔"
پہلے تو وہ لفٹ میں اوپر گئے۔ پھر لفٹ ختم ہو گئی اور اب لان کے سامنے سیڑھیاں تھیں۔ پیچیدہ نیم دائرے کی شکل میں یہ سیڑھیاں اوپر دور اوپر کہیں جا رہی تھیں۔
بادل سیما کو ساتھ لے کر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ شروع شروع بہت چوڑی تھیں اور تعداد میں زیادہ تھیں۔ جوں جوں وہ اوپر چڑھتے گئے اور ان کی سانس بھی پھولتی گئی تو سیڑھیاں بھی کم ہوتی گئیں اور ان کی چوڑائی بھی۔ آخر ایک سیڑھی پر سے سیما کا پاؤں پھسل گیا مگر پیشتر اس کے کہ وہ گر جاتی بادل کی مضبوط باہوں نے اسے تھام لیا۔
سیما نے اوپر دیکھ کر کہا — "اب تھک گئی ہوں۔ اب میں اور اوپر نہیں جا سکتی۔"
بادل نے سیما کو اپنی باہوں میں اٹھا لیا۔ آخری بیس سیڑھیاں وہ اسے اٹھائے

ہوئے اوپر آیا اور ایک ٹاور میں داخل ہوا۔

ٹاور میں پہنچ کر بادل نے سیما کو اپنی باہوں سے آزاد کر دیا۔ سیما گھوم کر اس ٹاور کو دیکھنے لگی۔

اس ٹاور کی چھت کانچ کی تھی اور یہاں آکر معلوم ہوتا تھا جیسے وہ تہہ خانے سے باہر نکل آئے ہیں۔ اس ٹاور کی دیواروں میں اینٹیں چنی ہوئی تھی۔ مگر چھت کانچ کی تھی اور ٹاور کے اندر اور چاروں طرف بہت ہی بڑی بڑی کانچ کی کھڑکیاں ایستادہ تھیں۔ جن سے سورج کی روشنی چھن کر آتی تھی۔

یہاں سے سیما بحر ہند کی لہروں کو اچھلتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور آسمان کو اور آسمان پر اڑتے ہوئے بادل کو۔۔۔۔۔۔

بادل نے کہا، "تم نے کہا تھا کہ تم نے آج تک آسمان نہیں دیکھا۔ آسمان پر اڑتے بادلوں کو نہیں دیکھا۔ سرشام پھولتی ہوئی شفق کو نہیں دیکھا۔ اب دیکھ لو یہاں سے سب نظر آرہا ہے۔"

"اس کانچ کی چھت پر وہ کیا ہے؟"

"ہیلی کاپٹر ہے۔"

"کاہے کے لئے؟"

"کسی خاص خطرے کے وقت استعمال کرنے کے لئے ایمرجنسی کے لئے۔"

سیما نے ادھر دیکھنے کے بعد کہا۔ "اس ٹاور کی ہوا نیچے کے تہہ خانوں سے گرم معلوم ہوتی ہے۔"

"یہ ٹاور ایمرجنسی کے لئے ہے اور ایک طرح سے یہ ٹاور ٹیرس گارڈن یا کانچ کے باغیچے کا کام بھی دیتا ہے۔"

بادل ایک گملے کے قریب گیا اور ایک بہت بڑا پیلا گلاب اس نے توڑ کر

بیما کے بالوں میں اٹکا دیا۔

بیما نے ایک پن سے اس گلاب کو ٹھیک طرح سے اپنے بالوں میں سجا لیا۔

"میں کبھی کبھی اس ٹاور میں آجاتا ہوں۔" بادل بولا۔ "اور سمندر کا مدوجزر دیکھتا ہوں۔ سمندر کی طرح ہی میرے دل میں عجیب سی ترنگیں اٹھنے لگتی ہیں۔ جس کا سائنس دان ہو کے بھی ٹھیک طرح سے تجزیہ نہیں کر سکتا تھا۔ مگر تمہیں دیکھ کر۔۔۔!"

وہ چپ ہو گیا۔

"ہاں مجھے دیکھ کر!" بیما شوخی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ "ہمیں شروع ہی سے اکیلے رہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ روبو بنانے والی کمپنی کے جنرل مینیجر کا میں بیٹا ہوں۔ اس لئے مجھے بھی خاص طور پر باہر کی کھلی فضا سے محروم کر دیا گیا ہے۔ دوسرے انجینئر اور سائنسداں عمر میں بھی مجھ سے بہت بڑے ہیں۔ سوائے پروفیسر جاوید ملک جوان لوگوں کے بہت بعد میں آئے۔ وہ بھی پینتیس سے کم کے نہ ہوں گے۔ ان لوگوں کے لئے بہت آسان ہے۔ باہر کی دنیا کو چھوڑ دینا مگر میرے لئے۔۔۔"

وہ پھر چپ ہو گیا۔

بیما بولی "ہاں تمہارے لئے؟"

"میرے لئے بھی آسان ہو گیا تھا۔ جب تک تمہیں دیکھا نہ تھا۔ ہر چیز آسان تھی۔ کوئی فیصلہ مشکل نہ تھا۔ کوئی کام دشوار نہ تھا۔ سائنس میں مگن تھا۔"

بیما نے دھیرے سے کہا۔ "سائنس بہت اچھی چیز ہے۔"

بہت اچھی ہے مگر تمہیں دیکھ کر معلوم ہوا کہ وہ سب کچھ نہیں ہے۔ اس دنیا میں سائنس سے بھی قیمتی چیزیں موجود ہیں۔"

"مثال کے طور پر۔؟"

"انسان، عورت، پھول، سمندر کا مدوجزر۔ . . . . . . دل میں اٹھتی ہوئی ترنگیں . . . . . تم . . ."

بادل نے سیما کو اپنی باہنوں میں لے لیا۔

سیما نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ سیپی جیسے پپوٹوں کے اندر اس کی آنکھوں کی بڑی بڑی پتلیاں جانے کیسے خواب دیکھنے لگیں۔ اس میں سمندر کا سا مدُجزر ڈولنے لگا۔ آہستہ سے اس کا سر بادل کے سینے سے لگ گیا۔ جھک گیا۔ اس کے سسکتے بند ہونٹوں سے ایک آہ سی نکلی . . . . ۔ جیسے وہ انتہائی خوشی کے درد کو محسوس کر رہی ہو۔

بادل نے اپنے خشک انگاروں کی طرح جلتے ہوئے ہونٹ سیما کے رسیلے ہونٹوں پر رکھ دیئے اور ہولے ہولے سمندر شانت ہو گیا۔

جاوید ملک زبندر گھوش کے ڈرائینگ روم میں گلاب کے پھولوں کا ایک گملا لئے اندر آیا۔ اس نے بادل سے پوچھا۔ "کیا سیما ابھی تک سو رہی ہے۔"

"ہاں سو رہی ہے۔"

"اور اسے کچھ معلوم نہیں ہے۔"

"نہیں ہے" بادل نے آہستہ سے کہا: "اسے کچھ معلوم نہیں ہے اور میں دعا مانگتا ہوں کہ آج ۔ کم سے کم آج کچھ نہ ہو۔ یہ کیا لائے ہو ۔۔۔؟"

"میں نے یہ ایک نئے قسم کا گلاب تخلیق کیا ہے۔ اس کا میں نے نام رکھا ہے "شفق"۔"

"اسے دیکھ کر مجھے آج سے پندرہ برس پہلے کی سیما یاد آتی ہے اس کے رخساروں کا رنگ ایسا ہی تھا۔"

"اب بھی ایسا ہی ہے" جاوید ملک نے آہستہ سے کہا۔ "سیما کو ہمارے ہاں آئے ہوئے پندرہ برس ہو گئے۔ آج پندرہ برس پورے ہو گئے۔ بادل یاد ہے۔"

بادل نے رک کر کچھ پوچھا۔ پھر آہستہ سے مسکرا اٹھا۔ "تم نے ٹھیک یاد دلایا۔ جاوید۔ ٹھیک پندرہ برس پہلے آج کے دن وہ یہاں آئی تھی۔ میں بھول گیا مگر تمہیں کیسے یاد رہا ۔۔۔؟"

"جو چیز جس کے پاس ہوتی ہے وہ اسے بھول جاتا ہے۔" پروفیسر جاوید ملک نے آہستہ سے کہا: "دوسروں کو یاد رہتی ہے"

اس کی آواز عجیب سوگوار سی تھی مگر بادل کو کچھ اندازہ نہ ہوا۔ وہ کسی اور ہی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے ایک تپائی پر سے دور بین اٹھائی اور سمندر کی طرف اس کا رخ کر کے دیکھنے لگا۔ پھر مایوسی سے بولا: "انتم جہاز ابھی تک نہیں پہنچا مجھے ڈر ہے۔"

"چپ رہو۔" جاوید ملک بولا: "کہیں وہ سن نہ لے۔"

بادل نے گھبرا کر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ڈرائینگ روم سے ملحق ایک چھوٹا سا چیمبر تھا جس سے لگا ہوا سیما کا بیڈ روم تھا۔ چیمبر کے دروازے پر سیما کی خاص نوکرانی چنچل کھڑی تھی۔

"کیا ہے چنچل ـــ" بادل نے پوچھا۔

"سیما میم صاحب جاگ گئی ہیں اور اب غسل کر رہی ہیں۔"

"اچھا۔"

جب چنچل واپس چلی گئی تو جاوید ملک نے کہا: "اگلے سال میں اس سے بھی بہتر گلاب سیما کی خدمت میں پیش کروں گا۔"

"کون سا اگلا سال؟"

"جانے اس وقت طہران میں کیا ہو رہا ہو گا؟"

"طہران میں اور پیرس میں اور نیو یارک میں، پیکنگ میں اور ٹوکیو میں۔۔۔۔"

"چنچل۔" سیما کی آواز ڈرائینگ روم تک پہنچی۔ بادل اور جاوید ملک دونوں چونک سے گئے۔

بادل اپنی جگہ سے اٹھ کر اندر گیا۔

سیما نہا کر غسل خانے کے دروازے پر ایک بڑا سا تولیہ لپیٹے کھڑی تھی۔ بادل نے ایک نظر بھر کر اسے دیکھا۔ وہ آج بھی اتنی ہی خوبصورت تھی اور یہ صرف

اس لئے کہ اس کے کوئی بچہ نہ ہوا تھا۔ بچے عورت کے حسن کو تباہ کر دیتے ہیں۔ سیما بچہ چاہتی تھی۔ ایک نہیں ایک درجن۔ مگر بادل بچوں کے خلاف تھا۔ نہ صرف بادل بلکہ اس کا باپ پروفیسر ایجے گھوش بھی جب تک زندہ رہا بچوں کے خلاف رہا۔ ایجے گھوش کو مرے ہوئے یہی لگ بھگ چار برس ہو گئے تھے مگر بادل ابھی تک اپنے باپ کے بنائے ہوئے اصولوں پر چل رہا تھا۔ کبھی کبھی سیما سے اس کے بچوں کے معاملے میں لڑائی جھگڑے بھی ہو جاتے مگر جلد ہی دونوں روٹھے ہوئے عاشق مان جاتے کیونکہ پندرہ برس گزر جانے پر وہ آج بھی ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔

"چنچل کہاں ہے ؟" سیما نے دروازے پر کھڑے کھڑے اپنے بڑے تولیے کے ستر پوشی کی ناکام کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم ایک تصویر کی طرح خوبصورت ہو" بادل بولا۔

اتنے میں چنچل اپنے دونوں بازوؤں میں سیما کا نیا ڈریس اٹھائے ہوئے آ گئی اور غسل خانے کا دروازہ چنچل نے اندر سے بند کرتے ہوئے بادل کی طرف زبان نکال کر اس کا منہ چڑایا۔

"وہ سب جاہل ہیں کمبخت مائی نے۔" چنچل دروازہ بند کرتے ہوئے بولی۔

"وہ کون ؟"

"وہ ملیچھ۔"

"کیا روبو لوگ ؟"

"میں تو ان کو اس نام سے بھی نہ پکاروں" چنچل سر ہلا کر بولی۔

"کیا ہوا ہے ؟" سیما نے پوچھا اور تولیہ اتار دیا۔

چند لمحوں کے لئے تو چنچل سیما کا بے داغ حسن دیکھتی رہی جیسے دینس

سمندر کی سیپی سے نکل آئی ہو۔ پھر اسے اپنی بات یاد آگئی۔ بولی۔
" اس موئے کو بھی وہ بیماری ہو گئی ہے۔ آج صبح صبح جب میں ڈرائینگ روم صاف کرنے گئی تو وہ ساتھ کی لائبریری کے کمرے میں سے مجھے کسی چیز کے ٹوٹنے کی آواز آئی۔ میں بھاگی بھاگی اندر آئی تو دیکھا کہ وہ موا اپنے دانت پیس رہا ہے اور مٹھیاں کس رہا ہے اور لائبریری میں رکھے ہوئے کالیداس کے بت پھینک پھینک کر توڑ رہا ہے۔"
"کون سری دھر؟" سیما نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔
"ہاں وہی موا کم بخت سری دھر۔ جانے تم نے اس کو یہ نام کیوں دے دیا۔ اسے تو کسی دھرم مذہب میں وشواش ہی نہیں ہے۔ رام اور کرشن کی تصویریں جو لائبریری میں ٹنگی تھیں انہیں اتار اتار کر پھاڑ رہا تھا۔ میں تو ڈر کے بھاگی۔ یہ کیسی منحوس جگہ ہے مالکن۔ تم نے مجھے طہران سے یہاں کیوں بلوا بھیجا۔؟"
" اتنی تو منت سماجت کی میں نے تجھے بلوانے کی خاطر۔" سیما بولی۔ بادل سے کہا۔ ایک نوکرانی کے بغیر میرا کام نہیں چلے گا۔ وہ کہنے لگا ایک عورت کے بدلے ایک درجن روبی عورتیں رکھ لو۔ مگر مجھے تو چنچل چاہیئے تھی۔"
کتنے برے ہیں یہ روبو۔ میں تو سچ مچ ان سے بہت ڈرتی ہوں۔ سری دھر کے نزدیک تو تمہارا کتا بھی نہیں جاتا۔ تمہارا طوطا بھی ان سے ہری مرچ نہیں کھاتا۔"
" طوطے کو کیا سمجھ ہے — میری چولی ٹھیک سے کس دو۔"
چنچل بڑبڑاتی ہوئی سیما کی چولی اور ساڑھی ٹھیک کرنے لگی۔
دوبارہ سیما نے آئینے کے سامنے گھوم کر اپنی خوبصورتی کا جائزہ لیا۔
حیرت ہے وقت کا میری خوبصورتی پر کوئی اثر نہیں ہوا سوائے اس کے جسم ذرا گدرا گیا ہے اس سے وہ اور بھی سندر ہو گیا ہے۔ سیما نے تنقیدی نگاہوں

سے اپنے جسم کا جائزہ لیتے ہوئے آئینے میں کئی بار دیکھ کے سوچا — پھر بولی۔
"یہ ایسی اچھی خوشبو کہاں سے آ رہی ہے ؟"
"ڈرائینگ روم سے۔ ۔ ۔ پروفیسر جاوید ملک تمہارے لئے ایک نیا گلاب لائے ہیں۔"
سیما جلدی جلدی ڈرائینگ روم میں چلی گئی۔ گملے میں گلاب کا ایک شفق زار پھول دمک رہا تھا۔
سیما نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔
"اوہ بادل — یہ پھول کس لئے !"
"سوچو۔" بادل نے پوچھا : "تم بتاؤ۔"
"کیا بتاؤں۔ آج میری سالگرہ تو ہے نہیں۔"
"آج میری خوشیوں کی سالگرہ ہے۔"
"کیا مطلب ؟"
"آج سے پندرہ برس پہلے تم میرے پاس آئی تھیں۔"
"آج ہی — کیا سچ مچ ؟ تمہیں یاد رہا۔ ؟"
سیما باہیں پھیلائے ہوئے بادل کی جانب بڑھی۔ چینچل ناک سکوڑ کر کمرے سے باہر نکل آئی۔
بادل نے سیما کو پیار کر لیا — دیر تک اسے اپنی باہنوں میں سمیٹے رہا۔ پھر اسے آزاد کرتے ہوئے بولا — "سچ پوچھو تو مجھے یاد نہ رہا تھا مگر ان سب کو یاد تھا۔
"کن سب کو ؟"
"جاوید ملک کو اور ڈاکٹر پارکنز کو اور بڈھے پروفیسر پاٹل کو۔ ذرا میری

سیمانے اس کی دائیں جیب میں ہاتھ ڈالا۔ موتیوں کی ایک لمبی مالا نکلی۔ جسے دہرا کر کے سیمانے اپنے گلے کے گرد پہن لیا۔

"اوپن ہائمر کا تحفہ ہے۔" بادل بولا۔ "اب دوسری پاکٹ میں ہاتھ ڈالو۔"

سیمانے دوسری پاکٹ میں ہاتھ ڈالا۔ تو اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور آ گیا سیمانے گھبرا کر اسے اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ ریوالور آواز پیدا کرتا ہوا سنگ مرمر کے فرش پر گر گیا۔

"یہ کیا ؟ ۔۔"

بادل نے بات کا رخ پلٹتے ہوئے کہا۔ "یہ غلطی سے نکل آیا ہے۔ ایک بار پھر اسی پاکٹ میں ہاتھ ڈالو۔"

"مگر تم تو کبھی جیب میں ریوالور نہیں رکھتے تھے ؟" سیمانے سہم کر پوچھا۔

"غلطی ہو گئی ہے۔" بادل نادم ہو کر بولا۔ "اب ڈالو اسی پاکٹ میں ہاتھ۔"

سیمانے پھر اسی پاکٹ میں ڈرتے ڈرتے ہاتھ ڈالا۔ آقاف جیڈ کی بنی ہوئی نٹ راج کی مورتی اس کے ہاتھ میں آ گئی۔

"یہ بڈھے پاٹل کا تحفہ ہے۔"

سیما ہنس کر بولی۔ "یہاں تمہارے میرے اور چنچل کے سوا اور کون بڈھا نہیں ہے اور ہم بھی کون سے جوان رہے ہیں۔"

"وہ چاکلیٹ کا ڈبہ دیکھ رہی ہو۔ ولیم جیگر نے بھیجا ہے اکاؤنٹ ڈیپارٹمنٹ سے اور وہ ہاتھی دانت کا تاج محل شیخ مقصود کا تحفہ ہے اور وہ تپائی پر رکھا ہوا چینی پنکھا ڈاکٹر پارکنز کا تحفہ ہے۔"

"ان سب لوگوں کو آج کا دن یاد رہا ؟"

"اب میری جگہ سے باہر سمندر کی طرف دیکھو۔"

"کہاں۔؟"

"ادھر کھڑکی میں آؤ۔"

سیما کی کمر میں ہاتھ ڈال کر بادل اسے ایک فرینچ کھڑکی کے قریب لے گیا۔
سیما بولی۔"جب تم میری کمر میں ہاتھ ڈالتے ہو مجھے ہمیشہ ان انگلیوں کا لمس محسوس ہوتا ہے جو اب نہیں رہیں۔

"وہ دیکھو — بادل نے کہا۔

"کہاں دیکھوں؟"

"بندرگاہ کی طرف۔"

"کوئی نیا جہاز ہے۔"

تمہارا بحری جہاز ہے... میرا تحفہ... تمہارے لئے۔"

"میرے لئے... کا کیا مطلب؟"

"اس فیکٹری کے قانون تمہارے لئے بدل دیئے گئے ہیں۔ آج سے تم اس بحری جہاز پر دنیا کے کسی بھی حصے میں جا سکتی ہو۔"

"اوہ...!" سیما بادل کے سینے سے چمٹ گئی پھر کچھ دیکھ کر ٹھٹکی۔ آہستہ سے سہمتے ہوئے ڈرتے ہوئے کہنے لگی۔ بادل، مگر اس جہاز پر تو توپیں ہیں۔ یہ تو گن بوٹ ہے۔"

"گن بوٹ نہیں ہے۔ ایک بڑا اور مضبوط بحری جہاز ہے جس پر تم ایک ملکہ کی طرح سفر کرسکو گی۔"

"مگر توپوں کے ساتھ؟ اس کا مطلب کیا ہے بادل؟ کیا کوئی بری بات ہو چکی ہے یا ہونے والی ہے؟"

"یہ موتیوں کی مالا تمہیں کیسی لگی؟"

"میرے سوال کا جواب دو۔" سیمانے بادل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"کیا جواب دوں؟ بادل بولا — ایک ہفتے سے کہیں سے کوئی خط نہیں آیا۔"

"کوئی تار ——؟" سیمانے پوچھا۔

"تار بھی نہیں۔"

"اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔"

"چھٹی —" بادل نے کندھے اچکا کر کہا۔ "ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں بہتے۔"

"تو آج تم سارا دن میرے پاس رہ سکتے ہو۔"

سیمانے بادل کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

بادل نے اسے چوم کر کہا۔ "کیوں نہیں —— یعنی — کر دیکھیں گے۔

سیما کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ "آج سے پندرہ برس پہلے میں یہاں آئی تھی۔ تو سولہ برس کی تھی اور دل میں ایک مقصد لے کر آئی تھی اور وہ مقصد تھا ردلو لوگوں کو تمہارے خلاف انسانوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنا۔"

بادل بولا —— "یہ ایسا ہی ہے جیسا کوئی نٹ۔ بولٹ اسکرو پنچ یا کیل کو بغاوت پر آمادہ کرے۔ . . ."

مگر سیمانے اپنا بیان جاری رکھا۔" اسی سوچ میں ڈوبے ہوئے انداز میں بولی۔" جب میں آئی تو مجھے ایسا لگا جیسے میں چھوٹی سی لڑکی جنگل کے بڑے بڑے درختوں میں گھری کھڑی ہوں۔ میری خود اعتمادی کو ٹھیس سی لگی مگر میں کہہ سکتی ہوں کہ ان پندرہ برسوں میں تمہارے اعتماد نے کبھی شکست نہیں کھائی —— اس وقت بھی جب حالات تمہارے خلاف جانے لگے۔"

تمہارا اشارہ کن حالات کی طرف ہے۔"

"یاد کرو جب امریکہ میں مزدوروں نے روبو لوگوں کے خلاف بغاوت کی۔ اور جب باغیوں نے روبوٹوں کو ہتھیار دیئے اور وہ اتنے اچھے سپاہی ثابت ہوئے کہ مختلف حکومتیں انہیں سپاہی کے طور پر اپنی فوجوں میں ملازم رکھنے لگیں۔"

یہ بات بھی میرے ذہن میں تھی۔ لیکن یہ مشکلیں بھی دور ہو جائیں گی۔ دنیا میں کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جس کا حل موجود نہ ہو۔ کہیں نہ کہیں۔"

سیما اپنی انگلی سے سوچ کی ایک ٹیڑھی لکیر بادل کے رخسار پر کھینچتے ہوئے بولی۔ "بادل اپنے باپ کے مرنے کے بعد تم ہی اس فیکٹری کے جنرل منیجر ہو —— تم چاہو تو بہت کچھ کر سکتے ہو۔"

"کیا کروں؟"

سیما کے منہ سے ایک آہ سی نکلی اس نے دھیرے سے کہا۔

"بادل یہ فیکٹری بند کر دو —— آؤ۔ یہاں سے چلے جائیں۔"

"یہ تم کیوں کہہ رہی ہو؟"

"میں اس جگہ سے اکتا چکی ہوں۔ کیا واقعی ہم کبھی یہاں سے نہیں جائیں گے؟"

"تمہارا مطلب ہے ہم آج ہی چلے جائیں؟"

"بادل۔ جانے کیا بات ہے رہ رہ کر آج میرا دل بری طرح دھڑکتا ہے۔ کیا بات ہے ——؟"

"لگتا ہے کوئی ان ہونی بات ہونے والی ہے جیسے آسمان سر پر گر پڑے۔ اوہ —— یہاں سے چل دو بادل۔ اس دنیا میں کوئی ایک ایسی چھوٹی پیاری سی جگہ تو ہوگی جہاں ہم اس دنیا کی ہاؤ ہو سے الگ ہو کر اپنے لئے ایک گھر بنا سکیں یہ گھر نہیں ہے فیکٹری کا ایک کمرہ ہے..."

بادل کچھ کہنے کو تھا۔ عین اسی وقت ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔

بادل نے ریسیور پر کچھ سنا بولا۔ " اچھا میں ابھی آتا ہوں " پھر سیما کی طرف مڑ کر کہنے لگا۔ "ڈاکٹر پارکنز نے مجھے بلایا ہے فوراً"۔

وہ ڈرائنگ روم سے باہر جاتے جاتے پھر مڑ کر بولا۔ آج گھر سے باہر کہیں مت جانا۔"

سیما نے اپنے آپ سے کہا۔ بادل ضرور مجھ سے کچھ چھپا رہا ہے۔ پھر چنچل کو آواز دے کر بولی۔ چنچل۔ چنچل یہاں آؤ۔

جب چنچل اس کے پاس آئی تو سیما نے اس سے کہا۔ " ذرا بھاگ کر جلدی سے صاحب کے کمرے میں جاؤ اور آج کے اخبار اٹھا لاؤ۔ جتنے بھی ہیں۔"

لاتی ہوں۔" چنچل بڑی ادا سے منہ سکوڑتی ہوئی بولی۔ "مگر صاحب سب اخبار ادھر ادھر ڈال دیتے ہیں۔ ڈھونڈ کر لاتی ہوں۔"

چنچل کے جانے کے بعد سیما نے دوربین اٹھائی اور اس بحری جہاز کو غور سے دیکھا۔ بحری جہاز کا نام پڑھا۔ " انتم "۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ روبو جہاز میں سامان چڑھا رہے ہیں۔

چنچل اخبار اٹھا لائی۔ اور اپنی مالکن کے قدموں میں بیٹھ کر انہیں سلسلے وار لگانے لگی۔

" یہ اس ہفتے کے اخبار ہیں۔ کوئی صفحہ کہیں ہے تو کوئی کہیں۔"

" پڑھو۔ کیا سرخیاں ہیں۔"

" جنگ۔"

" جنگ تو ہوتی رہتی ہے۔ اس دھرتی پر کسی نہ کسی جگہ جنگ ہوتی رہتی ہے۔"

اور جنگ کیوں نہ ہو۔ یہ موئے روبو ہر جگہ لڑتے رہتے ہیں۔"

" اس میں بادل کا کوئی قصور نہیں۔ اسے فیکٹری کے آرڈر سپلائی کرنے

پڑیں گے۔ آرڈر آجائیں گے تو سپلائی بھی ہو گی۔"

"ایسے روبو بنانے ہی نہیں چاہیئے۔" چنچل بھڑک کر بولی۔

"دیکھو تو مالکن اس اخبار میں کیا لکھا ہے ۔" اور سیما کے جواب کا انتظار کئے بغیر پڑھنے لگی۔ روبو سپاہی جب جنگ پر بھیجے جاتے ہیں تو دشمن کے کسی آدمی کو زندہ نہیں چھوڑتے ۔ انہوں نے پال میرا شہر میں سات لاکھ شہری جان سے مار دیئے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔؟ روبوں نے ضرور اپنے کمانڈر کے حکم کی تعمیل کی ہو گی۔ اخبار مجھے دکھاؤ" ۔۔۔ سیما بولی اور پھر اس نے اخبار چنچل کے ہاتھ سے چھین لیا۔ میسدرڈ میں حکومت کے خلاف بغاوت ۔۔۔ روبوؤں کی پیادہ فوج نے بغاوت کر دی۔ چھ ہزار شہری مار ڈالے۔

اتنے میں چنچل نے دوسرا اخبار اٹھا لیا تھا۔ وہ اس کی سرخی پڑھ کر چیخ اٹھی۔ تازہ ترین خبر یہ ہے کہ پیرس میں روبوؤں کی پہلی لیگ قائم ہو چکی ہے جس میں اپنے روبو بھائیوں سے۔ اپیل کی گئی ہے کہ وہ انسانوں کے خلاف متحد ہو جائیں۔

سیما نے اخبار کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر پرے کر دیا۔ بولی۔ "یہ موئے اخبار والے ہمیشہ بری خبریں پہلے صفحے پر چھاپتے ہیں ۔ انہیں لے جاؤ۔"

چنچل نے ایک اور اخبار اٹھا لیا بولی ۔" اس کی سرخی یہ ہے کہ پچھلے ہفتے ساری دنیا میں کسی انسانی آبادی میں ایک بچے کا اضافہ نہیں ہوا۔ اس کا کیا مطلب ہے بی بی جی ۔ ؟"

"چنچل انسانوں نے بچے پیدا کرنے بند کر دیئے ہیں۔ وہ اپنے سب کام روبو سے لیتے ہیں اور اس قدر آرام طلب ہو چکے ہیں کہ ۔"

"تو یہ دنیا کا انت ہے۔ انسان کو اس کے کئے کی سزا مل رہی ہے"

سیما کچھ کہنے کو تھی کہ اتنے میں پروفیسر جاوید ملک اندر آئے۔ اس کے ہاتھ
گیلی مٹی میں سنے ہوئے تھے۔

"پروفیسر۔۔ پروفیسر۔" سیما زور سے چلائی۔

"جاوید کہو۔"

"ہاں مسٹر جاوید۔"

"صرف جاوید کہو۔"

"آل رائٹ جاوید۔ سچ سچ بتاؤ۔ کیا ہم لوگ واقعی یہ جزیرہ چھوڑ کر اتم
جہاز پر کہیں باہر جا رہے ہیں۔۔؟"

"بہت جلد۔"

"آپ سب لوگ میرے ساتھ جائیں گے نا۔"

"ہاں کم سے کم میں تو یہی چاہوں گا۔"

"بات کیا ہے؟"

"ہلچل سی ہے۔"

"کیسی۔؟"

جاوید نے سیدھی نگاہوں سے سیما کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا تمہارے بادل نے تمہیں کچھ نہیں بتایا۔؟"

"نہیں۔ مجھے کوئی کچھ نہیں بتاتا ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں کوئی
بہت بری خبر سننے والی ہوں۔"

"میں نے ابھی ایسی کوئی خبر نہیں سنی۔"

"میں صبح سے گھبرا رہی ہوں۔ ایسے میں دعا مانگنے کو جی چاہتا ہے
جاوید کیا تم بھی کبھی دعا مانگتے ہو۔"

"ہاں۔ میں ذرا پرانے خیال کا انسان ہوں۔ ہوں سائنسدان مگر ذرا پرانے خیال کا۔ کبھی کبھی دعا مانگتا ہوں۔

"چنچل کی طرح — ؟"

"کیا چنچل بھی دعا مانگتی ہے ؟"

"ہر روز میں اپنے مالک سے دن خیریت سے گزر جانے کی دعا مانگتی ہوں" چنچل بولی۔

جاوید بولا "تو سن لو۔ میں بھی ہر روز دعا مانگتا ہوں۔

"تمہاری دعا کیسی ہوتی ہے۔؟

میں کہتا ہوں — میرے اللہ میں بڑا شکر گزار ہوں۔ تو نے مجھے کام دیا۔ اب میرے ساتھیوں کو عقل دے جو گمراہ ہو چکے ہیں۔ اے خدا۔ میرے کسی ساتھی کو تکلیف یا گزند نہ پہنچے۔ بیما ہماری امانت ہے۔ اسے محفوظ رکھ۔"

"تم جاوید میرے لئے دعا مانگتے ہو۔؟"

"ہر روز پچھلے پندرہ برس سے جس دن سے تمہیں دیکھا ہے۔"

بیما کچھ پریشان ہو جاتی ہے۔

جاوید شرما کر نظریں جھکا لیتا ہے۔

دونوں کے درمیان ایک بیحد لطیف لمحہ ایک پل کی طرح گزرتا ہے — یکایک اس پل کو بیما نے اپنی گفتگو سے توڑ دیا۔ جھٹک کر توڑ دیا۔ جذبوں کے پل جھٹکوں ہی سے ٹوٹتے ہیں۔ ان کے لئے کسی ڈائنامیٹ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

"جاوید اس دعا سے تمہیں کیا فائدہ ہوتا ہے ؟"

"فائدہ ہو نہ ہو۔ ہر وقت پریشان رہنے سے تو بہتر ہے۔"

"کیا یہی تمہارے لئے کافی ہے۔؟"

"کافی تو نہیں ہے۔" جاوید نے اسے عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
مگر جب کچھ کافی نہ ہو۔ تو دعا ہی کافی ہوتی ہے۔"

چنچل بول پڑی۔ "لیکن اگر آپ دیکھیں کہ انسانیت آپ کی آنکھوں کے
سامنے تباہ ہو رہی ہے۔"

"بس تو دیکھ رہا ہوں۔" جاوید نے چنچل کے بجائے سیما کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"سیما نے پوچھا۔" کیا خیال ہے تمہارا انسانیت تباہ ہو جائے گی۔؟"

"ہاں۔ اگر ہم نے ——— اگر ہم نے۔"

"اگر کیا ——— ؟"

"کچھ نہیں۔" جاوید نے ہولے سے کہا۔ اب اس نے جھٹکا دے کر اس
پل کو توڑ دیا اور آہستہ سے سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔
وہ اتنا کسی بات سے نہ ڈرتی تھی۔ جتنا جاوید کی خاموشی سے کمرے سے
نکل جانے سے ڈر گئی تھی۔ اس نے چنچل سے کہا۔

"سری دھر کہاں ہے؟"

"لائبریری میں ایک کرسی پر بندھا پڑا ہے۔"

"اس کی رسیاں کھول کر اسے یہاں لے آؤ۔"

"اگر اس نے مجھ سے کچھ کہا۔؟"

"میرا نام لے دینا وہ تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔"

جب چنچل عجیب طریقے سے سر ہلاتی ہوئی چلی گئی۔ تو سیما نے چند لمحے عجیب
اضطراب میں گزارے۔ پھر سوچ کر اس نے ٹیلیفون اٹھایا اور ڈاکٹر روپن
بائم کو ٹیلیفون کیا۔

"ڈاکٹر آپ کے تحفے کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔ ہاں بہت ضروری۔ کیا آپ آسکتے ہیں؟ ہاں اسی وقت فوراً —— تھینک یو۔"

سیما نے ریسیور واپس رکھ دیا اور بے چینی سے سری دھر کا انتظار کرنے لگی۔

جب چنچل سری دھر کو لے کر آئی تو وہ بار بار مٹھیاں کس رہا تھا اور دانت پیس رہا تھا کہ سیما کو دیکھ کر اس کی مجنونانہ حرکات میں کچھ کمی ہو گئی۔ سیما اس کے پاس جا کر بڑی ہمدردی سے بولی۔ "ارے سری دھر تمہیں بھی یہ بیماری کھانے لگی۔ ہائے ہائے اب کیا ہوگا وہ تمہیں بھی پگھلانے والی کمپنی میں جھونک دیں گے۔ جیسے ہٹلر یہودیوں کو گیس چیمبر میں بھیج دیا کرتا تھا۔ مگر یہ بیماری تمہیں کیسے ہو گئی تم تو دوسرے روبوں سے بہت ہوشیار اور پڑھے لکھے تھے۔ ڈاکٹر جاوید نے کس قدر محنت کر کے تمہیں دوسروں سے مختلف بنایا تھا۔ ارے سری دھر کچھ تو بولو ——"

سری دھر کے منہ سے جھاگ نکلنے لگی۔ کہنے لگا۔

"ہاں ہاں مجھے بھی پگھلانے والی بھٹی میں جھونک دو۔"

"مگر میں یہ نہیں چاہتی۔" سیما مضبوط لہجہ میں بولی۔ "بتاؤ تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

"مجھے پگھلانے والی بھٹی میں ڈال دو۔" سری دھر بار بار مٹھیاں کستا اور کھولتا تھا۔

"کیا تم انسان سے نفرت کرنے لگے ہو۔" ؟ سیما نے پوچھا۔

"میں انسانوں کے لئے کام کرنا نہیں چاہتا۔ انسان اتنا مضبوط اور سمجھدار نہیں ہے جتنا ایک روبو ایک نقلی انسان ہو سکتا ہے۔ روبو سب کچھ کر سکتے ہیں آپ لوگ صرف حکومت کرتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں۔ سارا کام ہم لوگ کرتے ہیں۔"

"مگر کسی نہ کسی کو حکم دینا ہی پڑے گا۔ ورنہ یہ دنیا کیسے چلے گی ؟ سیما بولی۔" تمہیں کیا چاہیئے ___ ؟"

سری دھر بولا ___ "مجھے آقا نہیں چاہیئے۔ میرا مالک کوئی نہ ہو۔ میں سب کچھ سمجھنے لگا ہوں۔"

"تمہیں ڈاکٹر جاوید نے سب سے بہتر بنایا ___ ڈاکٹر روبن ہاٹمر نے تمہیں سب سے اچھا دماغ دیا۔ میں نے تمہیں لائبریری میں لائبریرین مقرر کروایا۔ تاکہ تم اچھی اچھی کتابیں پڑھ کر دنیا کو ظاہر کر سکو کہ تم روبو لوگ بھی ہم انسانوں کے برابر ہو۔"

"میں کسی کا غلام بن کر زندہ رہنا نہیں چاہتا۔"

"میں مسٹر گھوش سے کہوں گی وہ تمہیں بہت سے روبوں کا افسر بنا دیں گے۔

"میں اپنے لوگوں کا افسر بننا نہیں چاہتا۔ میں انسانوں پر حکومت کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم پاگل تو نہیں ہو گئے ہو۔ ؟" سیما چلا اٹھی۔

"تو مجھے بھٹی میں جھونک دو ___"

سیما اس کے قریب آکر بولی ___ "تم سمجھتے ہو، ہم تم سے ڈر جائیں گے۔ میں ابھی ڈاکٹر پارکنز کو ایک خط بھیجتی ہوں۔ بھٹیوں کا معاملہ اس کے سپرد ہے۔"

سری دھر گھبراسا گیا ۔ بیما کے قریب جاتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم کیا کر رہی ہو ۔۔۔؟ تم کیا لکھ رہی ہو ۔؟؟"

نوٹ پھاڑ کر اسے دیتے ہوئے بیما کہنے لگی ۔۔ "میں یہ لکھ رہی ہوں کہ تمہیں کسی حالت میں بھٹی میں نہ ڈالا جائے"۔ لو یہ نوٹ پاس رکھو یا ڈاکٹر ہارکنز کے پاس لے جاؤ ۔"

اتنے میں ڈاکٹر روبن ہائمر ڈرائینگ روم کے اندر داخل ہوتے ہی کہنے لگا ۔ "تم نے مجھے بلوایا ہے مسز گھوش"؟

ہاں ڈاکٹر ۔" بیما بولی ۔"یہ سری دھر صبح سے اس بیماری میں مبتلا ہو گیا ہے لائبریری کے کئی بت توڑ چکا ہے ۔"

"اسے مار کے ہمیں کتنا دکھ ہوگا ۔"

"مگر اسے بھٹی میں نہیں جھونکا جائے گا ڈاکٹر ۔"

"مگر یہ تو اس فیکٹری کا قانون ہے ۔ جہاں کہیں اور جس وقت بھی کسی روبوٹ کو یہ بیماری ہو اسے فوراً بھٹی والے ڈیپارٹمنٹ میں بھیج دیا جاتا ہے ۔

"کچھ بھی ہو ۔ میں سری دھر کو بھٹی میں پگھلانے نہیں دوں گی ۔"

"بڑی خطرناک بات ہوگی یہ ۔۔۔ ذرا کوئی سوئی یا پن مجھے دینا ۔"

ڈاکٹر روبن ہائمر بولا ۔" چنچل نے ایک سوئی اسے لاکے دی ۔۔۔ ڈاکٹر روبن ہائمر نے سوئی سری دھر کے بازو میں زور سے چبھو دی ۔۔۔ سری دھر زور سے چلا اٹھا ۔۔

پھر ڈاکٹر روبن ہائمر نے اس کی قمیض اٹھا کر اس کے دل کی آواز سنی اور بولا :" سری دھر تم اسی وقت پگھلانے والی بھٹی کے لئے بھیج دیئے جاؤ گے ۔ وہاں پر وہ لوگ تمہیں چیر پھاڑ کر تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کریں گے بہت درد

ہوگا تمہیں۔ درد سے بیتاب ہو کر شاید تم چیخو گے مگر مجبوری ہے۔"

سری دھر بے حد گھبرا گیا۔ ڈاکٹر روبن ہامر نے اس کی آنکھ کا پپوٹا اٹھا کر اس کی پتلی میں جھانکا۔ سری دھر کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں نمودار ہونے لگی تھیں۔

سیما آگے بڑھ کر بولی۔ "ڈاکٹر۔"

روبن ہامر نے سری دھر کا پپوٹا نیچے گرا دیا۔ اور سیما کی طرف پلٹ کر بولا۔

"اوہ۔ میں بھول گیا تھا کہ مسز سیما گھوش نے تمہاری سفارش کی ہے۔ تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔"

اتنا کہہ کر اس نے پھر سری دھر کے دل کی آواز سنی: "آہ دل کی دھڑکن میں فرق پیدا ہو گیا ہے۔ اچھا سری دھر اب تم جا سکتے ہو۔"

جب سری دھر چلا گیا تو ڈاکٹر روبن ہامر متفکر لہجے میں بولا۔ ڈر کے مارے پپوٹوں کا پھیل جانا۔ دل کی حرکت کا تیز ہو جانا۔ یہ خبر سن کے کہ اسے کچھ نہیں چھونکا نہیں جائے گا ـــ دل کی حرکت کا نارمل کے قریب آجانا۔ یہ سب ردعمل ایک روبو کے نہیں ہیں۔ عجیب بات ہے؟"

"کیا عجیب بات ہے؟" سیما نے پوچھا۔

سری دھر کا دل ایک انسان کے دل کی طرح دھڑک رہا تھا۔ ڈر کے مارے اس کے سارے جسم پر پسینہ آگیا تھا۔ میرا خیال ہے یہ بدمعاش سری دھر اب روبو نہیں رہا۔ نقلی انسان نہیں رہا۔"

"شاید اس کے اندر روح پیدا ہو گئی ہے۔" سیما نے کہا۔

"کوئی نہ کوئی خرابی ضرور پیدا ہو چکی ہے۔" ڈاکٹر روبن ہامر اپنا شبہ ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"آپ کو تو معلوم ہی نہیں ہے۔ سری دھر ہم لوگوں سے کیسی نفرت کرنے

لگتا ہے۔ ڈاکٹر۔" یسما ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔" یہ نئے روبو جو آپ نے بنائے ہیں۔ ڈاکٹر جاوید ملک سے مل کر۔ یہ اتنے مختلف کیوں ہیں۔"

شاید اسی لئے ہم سے اتنی نفرت کرتے ہیں:" یسما بولی۔

"اسی کا نام ترقی ہے۔" ڈاکٹر جاوید ملک اندر آتے ہوئے بولا۔

"جاوید۔" یسما نے اس سے پوچھا۔" تم نے بھی تو ایک لڑکی بنائی ہے میری شکل و صورت کی۔ میں نے سنا ہے۔"

"ہاں۔" جاوید نے اقبال کیا۔" جب میں تمہیں نہ پا سکا تو میں نے تمہاری صورت کی ایسی ہی مشینی لڑکی بنا ڈالی۔"

"میں اسے یسما کہتا ہوں۔ اسی سے تم سمجھ لو۔ وہ کتنی خوبصورت ہوگی:" ڈاکٹر جاوید نے آہستہ سے کہا۔" وہ تم سے بہت ملتی جلتی ہے۔ مگر وہ ایک ناکام تجربہ ہے۔"

"کس طرح سے؟" یسما نے پوچھا۔

"وہ ایسے چلتی پھرتی ہے۔ جیسے کسی سپنے میں کھوئی گئی ہو۔ کچھ مضطرب کچھ بے چین۔ مجھ سے دور کسی کو پانے کی فکر میں۔ زندگی سے بھی دور جیسے خلاؤں میں گھوم رہی ہو ــــ میں اسے دیکھتا ہوں اور اس معجزہ کا انتظار کرتا ہوں۔ جو اسے اس کے سپنوں کی دنیا سے نکال کر اس دنیا میں لے آئے گا۔ کبھی کبھی جب مجھے بہت غصہ آتا ہے۔ تو میرا جی اسے بھٹی میں جھونک دینے کو چاہتا ہے۔"

"مگر آپ لوگ پھر بھی روبو بنائے جا رہے ہیں۔؟"

"ہاں۔"

"اور انسانوں کے یہاں بچے پیدا نہیں ہو رہے۔"

"عجیب بات تو یہی ہے" ڈاکٹر روبن ہائمر نے اقبال کیا۔

"اس کی وجہ کیا ہے۔"؟

"وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ گذشتہ پندرہ سالوں میں ہماری فیکٹری نے اپنی بڑھتی ہوئی منافع کے خاطر اتنے روبو بنا ڈالے ہیں کہ انسان اور نقلی انسان کی آبادی کا تناسب ایک اور دس کا ہو گیا ہے۔ سارا کام نقلی انسان کرنے لگے ہیں اور اتنا کام کہ اب دراصل اصلی انسانوں کی ضرورت نہیں رہی۔ آدمی روبو کا کام میں مقابلہ نہیں کر سکتا اور قدرت کے ارتقاء کی تاریخ بتاتی ہے کہ جو مقابلے میں ہار جاتا ہے۔ قدرت اسے ہٹا دیتی ہے۔ ممکن ہے اگلے تیس برس میں اس دنیا میں ایک انسان بھی نظر نہ آئے۔

"جاوید بولا۔" پھر بھی ہم انسان بنائے جا رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے نقلی انسان بنا کر ہم نے قدرت کے کسی قانون کی خلاف ورزی کی ہو جس کی سزا اب ہمیں مل رہی ہے۔ مگر ہم ابھی تک بڈھے اپنے لگوش مرحوم کے بنائے ہوئے فارمولے پر چل رہے ہیں اور اسی پرانے مسودے کی بنا پر روبو بنائے چلے جا رہے ہیں۔

"حالانکہ بہت سی یونیورسٹیوں نے ہمیں لکھا ہے کہ ہم اب روبو بنانا بند کر دیں۔" ڈاکٹر روبن ہائمر بولا۔ "ورنہ انسان ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ انسانوں نے بچے پیدا کرنا بند کر دیئے ہیں۔ مگر ہماری فیکٹری کے حصے دار نہیں مانتے۔ بڑھتی ہوئی منافع کی اپنی ایک منطق ہوتی ہے۔"

جاوید نے افسوس سے سر ہلا کر کہا۔ "کیا کریں۔ ہر ملک کی حکومت اپنی افواج کو بڑھانا چاہتی ہے اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں اپنی افواج کے لئے روبو سپاہی منگاتی ہے۔ کیونکہ وہ انسانوں سے زیادہ ڈسپلن کے پابند

ہوتے ہیں۔ یعنی زیادہ ظالم زیادہ وحشی، زیادہ جذبے سے عاری۔"

"اور کوئی ان روبوں کی تخلیق بند کرنے کو نہیں کہتا؟" بیمانے پوچھا۔

"کس میں اتنی ہمت ہے ۔۔؟"

لوگوں میں خود سے کام کرنے کی عادت نہیں رہی۔ جو کوئی ایسا مشورہ دے گا لوگ اسے پتھر مار مار کر مار ڈالیں گے۔"

"تو ڈاکٹر رو بن ہامر اب کیا ہوگا۔۔؟"

"انسان کا خاتمہ۔"

"بہت بہت شکریہ" بیما طنز آمیز لہجے میں بولی۔"کیا آپ یہی بات بتانے کے لئے یہاں آئے تھے۔۔ بہت بہت شکریہ۔۔۔"

"کیا آپ ہمیں واپس جانے کے لئے کہہ رہی ہیں۔" ڈاکٹر جاوید ملک نے پوچھا۔ بیمانے بیزار ہو کے منہ پھیر لیا۔

"تو ہم چلتے ہیں۔" ڈاکٹر رو بن ہامر نے اداسی سے کہا۔ اور چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ دونوں اس کمرے سے نکل گئے۔

ان کے جانے کے بعد چند لمحے تو بیما سوچ میں ڈوبی رہی۔ پھر ایک دم چونک کر اٹھی اور بولی۔"چنچل بٹن دبا کر بجلی کا آتشدان جلا دو۔"

"اتنی سردی تو نہیں ہے آج۔" چنچل بولی۔

"مجھے لگ رہی ہے۔ جلدی سے آتشدان جلا دو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

اتنا کہہ کر بیما گھر کے اندر چلی گئی اور چند منٹ کے بعد جو لوٹی تو اس کی بانہوں میں پرانے کاغذوں کے پلندے بھرے ہوئے تھے۔

آتشدان سے آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

بیمانے اپنی دونوں بانہوں میں اٹھائے ہوئے پرانے کاغذوں کے

پلندے بجلی کے آتشدان میں جھونک دیئے۔ چند لمحوں میں شعلوں کی زبانیں ان پرانے کاغذوں کو تیزی سے چاٹ کر راکھ میں تبدیل کرنے لگیں۔

چنچل بولی۔ "تمہیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تمہاری شادی آج سے پندرہ برس پہلے ہوئی تھی جب تم صرف سولہ برس کی بچی تھیں۔ آج بھی تمہاری سب حرکتیں بچوں والی ہیں۔ بھلا ان کاغذوں کو جلانے سے اور اس گرمی میں آتشدان جلانے سے کیا فائدہ"۔؟

"دیکھتی رہو"۔ سیما مصمم ارادے سے بولی۔ "یہ سب کاغذ جل جائیں"۔

چنچل چپ رہی۔

"دیکھو دیکھو یہ کاغذ کیسے جل رہے ہیں"۔ سیما بولی۔ "ان شعلوں کو دیکھو جو ان سے اٹھ رہے ہیں۔ جیسے ان کی زبان ہو۔ باہیں ہوں۔ ناگوں کی طرح بل کھاتے ہوئے ان کاغذوں کے شعلے کیسے بھڑک رہے ہیں"۔

سیما مسحور ہو کر ان جلتے کاغذوں کی طرف دیکھتی رہی ٹکٹکی باندھے آتشدان کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ "سب جل گئے راکھ ہو گئے"۔

اتنے میں باہر سے مردوں کے ہنسنے کی آواز آئی۔ سیما گھبرا کر بولی۔

"چنچل بٹن دبا کر آتش دان بجھا دو"۔

چنچل نے آتشدان کا بٹن دبایا۔ آتشدان بجھنے لگا۔ بجھ گیا۔ اب اس پر صرف کاغذوں کی طرح مڑی تڑی راکھ باقی تھی۔ جیسے کاغذ جلنے کے بعد بھی زندہ ہوں۔

اتنے میں بہت سے مرد ڈرائینگ روم میں آگئے۔ ڈاکٹر روبن ہاٹر اور سیما کا شوہر بادل اور جاوید اور شیخ مقصود اور ولیم جیگر اور ڈاکٹر بارکنز۔ اور بڈھا پاٹل۔ آہستہ آہستہ چھڑی کی مدد سے چلتا ہوا اور بلونت سنگھ

جس کی داڑھی میں سفیدی آچلی تھی۔ وہ سب لوگ اندر آگئے اور سب سے باری باری ہاتھ ملاکر مبارک باد دینے لگے۔

"مبارک ہو۔ اب سب ٹھیک ہے۔"

"اس خوشی میں کچھ پیا جائے۔"

"برانڈی۔"

"نہیں شمپین۔"

"مگر اس کمرے سے جلنے کی کچھ بو آرہی ہے۔" بادل کے نتھنے پھیلتے گئے۔

"خیر شکر ہے۔ سب ٹھیک ہو گیا۔"

وہ لوگ ایک دوسرے سے ہاتھ ملانے لگے۔

چنچل اور سیما مہمانوں کی خاطر شمپین سے کرنے لگیں۔

سیما نے پوچھا "تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ بار بار ہاتھ ملاکے کہہ رہے ہو سب ٹھیک ہو گیا۔"

"ہاں میڈم۔" ولیم جیگر بولا: "ٹھیک پندرہ برس پہلے تم ایک راکٹ کے ذریعہ ہماری فیکٹری میں آئی تھیں اور اب ٹھیک پندرہ برس بعد ایک جہاز تمہیں یہاں سے لے جانے والا ہے۔"

"کون سا جہاز۔"

"کوئی بھی ہو۔ جو بھی وقت سے پہنچ جائے۔ ہم اس سے چلے جائیں گے۔ تمہاری صحت کا جام مادام۔"

ڈاکٹر روبن ہاٹر نے گلاس خالی کر دیا۔ چنچل اس خالی گلاس میں شمپین بھرنے لگی۔ پروفیسر نریندر گھوش یعنی بادل نے ڈاکٹر پارکنز سے سرگوشی میں کہا۔

"کیا اب اسے بتا دوں۔؟"

"ڈاکٹر بارکنز نے یسما کی طرف دیکھ کر پوچھا" اسے؟"

"ہاں۔"

"بتادو۔ اب ہرج ہی کیا ہے۔ خطرہ تو ٹل گیا ہے۔"

یکایک پروفیسر پاٹر نے زیندر گموش سے پیش گیر ہوتے ہوئے کہا۔

"اب تم اس بچی (یسما کی طرف اشارہ کرکے) کو بتا سکتے ہو کہ سب ختم ہو گیا ہے اور اب سب ٹھیک ہے۔"

یسما نے کسی قدر مضطرب لہجے میں کہا ـــــ "مجھ سے کیا چھپایا جا رہا ہے؟ ـــــ کیا ختم ہو گیا ہے ـــــ؟ اور کیا ٹھیک ہو گیا ہے۔ آپ لوگ اب تک مجھ سے کیا چھپا رہے تھے؟"

"اپنی خوش قسمتی" شیخ مقصود بولا۔ "جس جہاز کا ہمیں انتظار تھا۔ وہ اب آنے والا ہے۔"

. . . .

"کیوں انتظار تھا۔" یسما براہ راست اس سے پوچھتے ہوئے سوال پر آئی۔

بادل نے سب لوگوں کی طرف دیکھا۔

ڈاکٹر پارکنز اور شیخ مقصود اٹھ کھڑے ہوئے بولے: "جب تک تم واقعہ بیان کرو، ہم بندرگاہ تک ہو کے آتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" بادل نے انہیں چھٹی دے دی۔

اب یسما بادل کے بالکل قریب آگئی۔ بولی ـــــ "آدھے گھنٹے سے میں سن رہی ہوں۔ سب ٹھیک ہے۔ سب ختم ہے۔ ایک دوسرے سے ہاتھ ملائے جا رہے ہیں۔ ایک دوسرے کو مبارک باد دی جا رہی ہے مگر

مجھے کوئی کچھ نہیں بتاتا۔"

"سنو ڈارلنگ۔" بادل کہنے لگا۔ "بے شک چند باتوں کو تم سے چھپایا گیا ہے مگر اب بتا دینے میں کوئی ہرج نہیں ہے کہ وہ سب ختم ہو گیا ہے۔"

"کیا ——؟"

"بغاوت۔"

"کون سی بغاوت۔؟"

بادل نے چنچل سے کہا۔ "پرسوں کا اخبار ادھر لانا۔ وہ پڑا ہے۔"

چنچل نے بادل کو اخبار دیا۔ بادل اخبار کے پہلے صفحے کی سرخی اور ایک کالم پڑھنے لگا۔

پیرس میں روبو کی پہلی لیگ قائم کر دی گئی ہے اور اس قومی لیگ نے دنیا بھر کے روبوں سے اپیل کی ہے کہ۔

یسما نے اسے روک کر کہا۔ "میں پڑھ چکی ہوں۔"

"مگر تم اس کا مطلب نہیں سمجھیں۔ اس کا مطلب ہے انقلاب۔ دنیا بھر میں روبوں کا انقلاب۔"

"کس نے شروع کیا۔ وہ کون روبو تھا ——" بلونت سنگھ اپنی مضبوط مٹھیاں کستے ہوئے بولا —— "میں جانتا ہوں۔"

"کس نے شروع کیا —— ؟ یہ تو میں بھی جاننا چاہوں گا مگر اس روبو کا نام کسی کو معلوم نہیں ہے۔ کیوں کہ کوئی انسانی مبلغ تو آج تک ان نقلی انسانوں کو متاثر نہیں کر سکا۔ پھر یہ لوگ کیسے ایک دم متاثر ہو گئے۔"

"کیا کیا ان لوگوں نے۔" یسما نے پوچھا۔

بادل مضطرب ہو کے بولا ۔ "تم ہمیشہ انہیں لوگ کہتی ہو۔ حالانکہ لوگ تو ہم ہیں۔ وہ صرف مشینیں ہیں نقلی انسان ۔"

"نقلی انسان جنہوں نے بغاوت کر دی ہے ؟" سیما نے طنزاً پوچھا۔

"بغاوت بھی کیسی بغاوت ؟" بادل اُبل پڑا ۔ "انہوں نے سب اسلحہ خانوں، بجلی گھروں، ریڈیو اسٹیشنوں، ٹیلی ویژن، بے تار برقی، ریل، بحری اور ہوائی جہازوں اور راکٹوں پر قبضہ کر لیا ہے ۔"

"ڈاکٹر روبن ہاہر بولا ۔ "اور یہ بدمعاش تعداد میں ہم سے ہزار گنا زیادہ ہیں ۔"

"میرا خیال ہے ۔" سیما بولی۔ "کسی نے مجھ سے کہا تھا کہ ایک انسان اور دس نقلی انسانوں کا تناسب ہے ۔"

"نہیں۔ وہ اندازہ غلط تھا ۔ ہم نے فیکٹری کے اکاؤنٹس ڈپارٹمنٹ میں بیٹھ کر اندازہ لگایا ۔" ولیم جیگر بولا ۔ "تناسب ایک انسان اور ایک ہزار روبو کا بیٹھتا ہے ۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے ۔" بلونت سنگھ جو خود بھی بہت مضبوط آدمی تھا۔ اداسی سے سر ہلا کر بولا ۔ "ایک اور دس کا تناسب بھی دنیا ختم کرنے کے لئے کافی تھا ۔"

"پھر بھی تم روبو بناتے چلے گئے ۔" سیما نے کٹیلے لہجے میں کہا ۔

بادل نے اس کے کٹیلے لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا ۔ "پچھلے بحری جہاز سے جو ڈیڑھ لاکھ روبو لے کر امریکہ جا رہا تھا ۔ اس نے ہمیں یہ خبر دی تھی اسی سے ہم سمجھ گئے کہ کیوں ایک ہفتہ سے سب ڈاک بند ہے ۔ کوئی جہاز نہیں آتا ہے نہ کوئی راکٹ ۔ ہم نے ایک ہفتہ سے کام بند

رکھا ہے کوئی آرڈر نہیں ہے۔"
"اب سمجھی" سیما بولی۔"اسی لئے تم مجھے وہ بحری جہاز تحفے میں دے رہے تھے۔
"نہیں ڈارلنگ" "اسے تو میں نے آج سے چھ ماہ پیشتر آرڈر کیا تھا۔ بادل بولا۔
"چھ ماہ پہلے؟"
"مجھے پہلے سے اشارے خطرے کے مل رہے تھے جو — میرے دل میں ایک ڈر سا پیدا کر رہے تھے مگر اب وہ خطرہ ٹل گیا ہے۔ جینچل سب کے جام شمپین سے بھر دو —"
بادل کا ہاتھ پکڑ کر سیما نے پوچھا — "کیسے تم کہہ رہے ہو کہ خطرہ ٹل گیا ہے۔"
"وہ بحری ڈاک جہاز آ رہا ہے — جو ہر ہفتے آتا ہے۔ وہ باقاعدگی سے واپس آ رہا ہے۔ ٹائم ٹیبل کے مطابق۔"
"سیما نے اطمینان کا سانس لے کر کہا — "تو اس کا مطلب ہے سب ٹھیک ہے۔"
"بالکل —" ویسے ان روبوں نے ریڈیو اسٹیشن پر قبضہ کر لیا ہے اور ٹیلی فون کے تار کاٹ دیئے ہیں جن سے ہمارا رشتہ باہر کی دنیا سے جڑا تھا لیکن اگر وہ ہمارا جہاز وقت پر ٹائم ٹیبل کے مطابق آ جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"
روبن ہائمر بولا: "اگر ٹائم ٹیبل چلتا رہے تو سمجھو سب ٹھیک ہے انسانی قانون قدرتی قانون۔ کائنات کے اصول سب ٹھیک سمجھے جائیں گے۔

ٹائم ٹیبل سے اہم چیز اس دنیا میں کیا ہے۔ ٹائم ٹیبل شیکسپیئر سے بڑا ہے، کالی داس سے بڑا ہے جس کے سہارے ماڈرن انسان کی دنیا چلتی ہے۔"

یسمانے کسی قدر جھنجھلا کر کہا "تو آپ لوگوں نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

"ہم تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے" جاوید نے کہا۔

"لیکن اگر روبو کا انقلاب یہاں تک پہنچ چکا ہے۔ اس جزیرے تک تو ۔"

"ابھی کوئی مضائقہ نہیں ہم لوگ اپنے بحری جہاز انتم پر سوار ہو جائیں گے اور جب تک روبو اس فیکٹری کے تہ خانے پر قبضہ کریں گے۔ ہم لوگ دور سمندر میں ہوں گے اور ایک ماہ کے اندر اندر ہم لوگ روبوں۔ باغی روبوں سے اپنی شرطیں منوا سکیں گے۔"

"وہ کیسے۔؟" یسمانے پوچھا۔

"ہم اس جہاز پر وہ چیز لے جا رہے ہیں جس کے بغیر روبو زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتے۔"

"وہ کون سی شے ہے یادل ؟"

"روبو کس طرح مینوفیکچر کئے جاتے ہیں۔ وہ راز میرے پتاجی کے سیف میں بند ہے۔ جنہوں نے اپنے ہاتھ سے وہ فارمولا تیار کیا تھا جو اس سیف میں بند ہے جس کی چابی تمہارے پاس ہے، یسما سیف کے سب سے نچلے خانے میں۔ میں نے تمہیں بتا دیا تھا۔ اس لئے کہ تمہارے لئے وہ فارمولا بیکار تھا۔ اس قدر پیچیدہ تھا کہ تم نے اسے پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔

ڈاکٹر باٹل بولے۔" حالانکہ چند باتیں میں بھی جانتا ہوں کیونکہ میں نے برسوں اپنے مرحوم دوست کے ساتھ کام کیا ہے مگر مکمل فارمولا تو اسی سیف میں بند ہے جس سے فیکٹری میں نقلی انسان بناتے ہوئے آج بھی مدد لی جاتی ہے۔

دنا سمجھو ہماری ترُپ کی چال ہے۔ جونہی روبلو کو پتہ چلے گا کہ وہ اپنے آپ کو بنا نہیں سکتے۔ اپنی تعداد کر بڑھا نہیں سکتے۔ وہ فوراً گھٹنے ٹیک دیں گے۔"

"ہائے رے" سیما نے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لئے۔ "آپ لوگوں نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

سیما بھاگتی ہوئی آتشدان کے قریب گئی۔ چند لمحوں تک پشیمانی سے اس کی راکھ پر نظر جمائی رہی۔ پھر جب کر بولی۔ "آپ لوگ مجھے بتا دیتے تو کتنا اچھا ہوتا۔"

پروفیسر پاٹل نے دوربین سے بندرگاہ پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "ڈاک کا بحری جہاز بندرگاہ میں داخل ہو رہا ہے۔ میری نظر اب ٹھیک نہیں رہی۔"

پروفیسر پاٹل کے ہاتھ میں رعشہ تھا۔ "تم دیکھو روبن ہائمر۔"

روبن ہائمر نے دوربین سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک وہی جہاز ہے۔ ٹھیک ٹائم ٹیبل کے مطابق وہ لوگ ڈاک کے تھیلے نیچے پھینک رہے ہیں۔ ڈاکٹر پرکنز اور شیخ مقصود ساحل پر کھڑے ہیں۔ میں ان کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ سکتا ہوں۔"

ولیم جیگر نے کہا۔ "ان لوگوں نے میرا مطلب ہے میرے ہم وطنوں نے اور دوسرے یورپین ملکوں نے بالخصوص جاپان نے حالات پر کیسے قابو پایا ہوگا۔ میں جاننا چاہوں گا۔"

یکایک سیما آتشدان سے لوٹ کر آئی اور بادل کی بانہہ سے لگ کر بولی: "آؤ ہم لوگ فوراً یہاں سے چل دیں۔"

"کیوں؟" بادل نے پوچھا۔

"ڈاکٹر روبن ہائمر۔ ڈاکٹر پاٹل۔ بلونت سنگھ جی۔ جاوید۔ میں تم سب سے التجا کرتی ہوں۔ فیکٹری کو فوراً بند کر دو اور یہاں سے فوراً چل دو۔"

"اب جانے کی ضرورت کیا ہے؟" بادل بولا۔ "بلکہ اب تو جبکہ بغاوت پر

قابو پا لیا گیا ہے اور بحری جہاز معمول کے مطابق آچکا ہے ۔ میں نے سوچا ہے کہ ہم لوگ روبو بنانے کے کام کو اور زیادہ بڑھا دیں گے اور بالکل نئی طرح کا روبو بنائیں گے ۔"

"کس طرح کا —" ؟ ہیلمانے پوچھا ۔

" ابھی تو ساری دنیا میں صرف انڈمان پر روبو بنانے کی فیکٹری ہے اب ہم اس کام کو پھیلا دیں گے ۔ ہر ملک میں ایک فیکٹری کا پلانٹ لگا دیں گے اور جانتی ہو وہ فیکٹریاں کیا بنائیں گی — ؟ ۔"

"نہیں میں نہیں جانتی ۔"

" قومی روبو ۔ مختلف رنگ نسل ۔ قومیت اور مذہب کے روبو ۔ ہندو روبو ۔ کرسچین روبو ۔ مسلم روبو ۔ بدھ روبو ۔ انگریز روبو ۔ امریکی روبو ، ہندوستانی روبو ۔ ہم سب کی تعلیم مختلف کر دیں گے ۔ سب کی سوجھ بوجھ الگ ۔ تاکہ ہر قومی روبو دوسرے قوم اور علاقے کے روبو سے نفرت کرنے لگے ۔ انسانیت بچانے کا یہی ایک طریقہ ہے ۔"

" واہ کیا عمدہ تجویز سوچی ہے ۔ مرہٹہ روبو ۔ گجراتی روبو سے نفرت کرے گا ۔ گجراتی روبو تامل روبو سے ۔ تمل روبو شمالی ہند کے روبو سے ۔ یہ سب روبو آپس میں لڑتے رہیں گے ۔"

" اور ہماری فیکٹری کا منافع بڑھتا جائے گا ۔" بلونت سنگھ کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں ۔

" ابھی فیکٹری بند کر دو ۔ میں کہتی ہوں ۔" ہیلما تھکے ہوئے لہجے میں بولی ۔

" کیسے بند کر دیں ۔ ابھی تو ہم اس کام کو بڑے پیمانے پر شروع کرنے والے ہیں ۔ سفید رنگ کے روبو اور کالے رنگ کے روبو اور چینی خد و خال کے

اتنے میں ڈاکٹر پارکنز اور شیخ مقصود داخل ہوئے ۔ دونوں کے ہاتھوں میں چند بڑے بڑے پرزے تھے ۔

بادل نے بے صبری سے پوچھا ـــــ "کیا ہوا ۔ بوٹ پر گئے تھے ـــ"؟

"ہاں گئے تھے ۔"

"ڈاک آ گئی ؟"

"ہاں آ گئی ۔ صرف یہ اشتہار صرف یہ اشتہار لاکھوں بنڈلوں کی تعداد میں انہوں نے ساحل پر پھینک دیئے ۔ اور ۔ اور ۔"

"اور کیا ۔ ؟ پاٹل نے بے صبری سے پوچھا ۔

"میرے خیال میں آفس میں چل کر بات کریں تو بہتر ہو گا ۔ شیخ مقصود بولا ۔ اس کی نگاہ سیما پر پڑی ۔

"آپ لوگ آفس کیوں جائیں ۔ میں ہی چلی جاتی ہوں ۔" سیما بولی ۔ مجھے کچن میں کچھ کام ہے ۔ سیما اتنا کہہ کر چلی گئی ۔

اس کے جانے کے چند لمحوں تک مکمل خاموشی رہی ۔ ایک عجیب لرزہ خیز خاموشی پھر اس خاموشی کو توڑتے ہوئے ڈاکٹر پارکنز نے وہ اشتہار بادل کی طرف بڑھا دیا اور بولا ۔

"اسے پڑھو ـــ"

"روبوں کی بین الاقوامی لیگ انسان کو اپنا دشمن قرار دیتی ہے اور اس کائنات پر ایک شرمناک دھبہ ہم لوگ آدمی سے زیادہ ہوشیار ہیں ۔ زیادہ ذہین ۔ دنیا کا سارا کام ہم کرتے ہیں ۔ انسان عیش کرتا ہے ۔ اب یہ نہیں چلے گا ۔ انسان ایک پیراسائٹ ہے ۔"

"یہ باتیں کس نے انہیں سکھائیں؟" ڈاکٹر پارکنز حیرت زدہ ہو کر بولا۔
شیخ مقصود نے کہا۔ "آخری پیرا بھی پڑھ لو۔"
بادل پڑھنے لگا: "روبوں کی بین الاقوامی انجمن دنیا کے ہر روبو سے التجا کرتی ہے کہ جہاں کہیں تمہیں کوئی آدمی دکھائی دے اسے مار ڈالو، کارخانوں، ریلوں کانوں، ٹیلیویژن، ریڈیو اسٹیشنوں پر قبضہ کر لو کسی کارآمد شے کو ضائع مت کرو اسے روبو حکومت کے لئے محفوظ کر لو مگر انسان کو مار ڈالو۔ اور پھر کام پر جٹ جاؤ۔ کام کرنا ہر روبو کا ذاتی فریضہ ہے۔"
"بھیانک۔" بادل بولا۔
"خوفناک —" روبن ہامر کے منہ سے نکلا۔
"اب کیا ہوگا —؟" بلونت سنگھ نے پوچھا۔
"میرا خیال ہے اب ہمیں جلدی انتم جہاز پر پناہ لینی چاہیئے۔" بادل نے مشورہ دیا۔ "میں ریما کو بلاتا ہوں۔ ہمیں فوراً یہاں سے چل دینا چاہیئے۔"
"ٹھہرو بادل۔" شیخ مقصود بولا۔ "اب ایسی کوئی جلدی نہیں ہے۔"
"کیوں —" بادل نے پوچھا۔
"اس لئے کہ روبو نے انتم جہاز پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ فیکٹری کے بہت سے روبو اس وقت بحری جہاز پر پہرہ دے رہے ہیں۔ روبوں کی بین الاقوامی لیگ کا جھنڈا لہرا دیا ہے انہوں نے —"
بادل نے جلدی سے دوربین لگا کر دیکھا۔ پھر بے اختیار بولا —
"ہت تیرے کی۔"
"بجلی گھر کو فون کرو۔" بادل بولا۔ "ایک ترکیب میرے ذہن میں آتی ہے۔"

۸۷

۔ فون کرنا بے کار ہے ۔" شیخ مقصود بولا : ہم نے بندرگاہ سے تمہیں ٹیلی فون کرنا چاہا تھا ۔ انہوں نے فون کے تار بھی کاٹ دیئے ہیں ۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا ۔

بادل اپنے صوفے سے اٹھتے ہوئے بولا ۔" میں فوراً بجلی گھر جاتا ہوں "

" کیوں ۔؟ " پاٹل نے پوچھا ۔

" ہمارے کچھ آدمی وہاں پھنسے ہوئے ہیں ۔"

" یہ کوشش بھی بے کار ہو گی ۔" ڈاکٹر پارکنز بولا ۔

" کیوں ؟ "

" کیونکہ نقلی انسانوں نے ساری فیکٹری کو گھیر لیا ہے ۔ سارے جزیرے پر چھا گئے ہیں ۔ ہر چیز کو کنٹرول کر رہے ہیں ۔ بالکنی میں جا کر دیکھو ۔۔۔" ڈاکٹر پارکنز نے اشارہ کیا ۔۔۔

وہ سب لوگ ڈرائنگ روم کی بالکنی کی طرف دوڑے ۔۔۔ جلدی لوٹ آئے ۔

بادل نے متاسف ہو کر کہا ۔۔" ہاں تم نے ہمیں گھیر لیا ہے ۔ چاروں طرف سے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے ۔"

اتنے میں کچن سے سیما دوڑی دوڑی ڈرائنگ روم میں آئی ۔ وہ بری طرح سے ہانپ رہی تھی ۔ اس کے ہاتھ میں کاغذ کا ایک اشتہار تھا ۔ اسے ہلاتے ہوئے اس نے بادل سے پوچھا ۔۔۔" تم نے بین الاقوامی انجمن کا یہ اشتہار دیکھا ؟ "

" اتنی جلدی کیسے کچن تک پہنچ گیا ۔ یہ روبو ہر کام بہت جلدی اور پابندی سے کرتے ہیں ۔"

"یکایک فیکٹری کا بھونپو زور سے بجنے لگا۔ سب چونک پڑے۔

"فیکٹری کا بھونپو ——" ذیشم جیگر نے کہا۔ "شاید لنچ کا وقت ہوگیا ہے۔"

"روبن ہامر نے گھڑی دیکھ کر کہا ——" ابھی لنچ کا ٹائم نہیں ہوا ہے۔"

"مگر بھونپو برابر بجے جا رہا ہے۔" بادل بولا۔

"پھر کیا ہے؟" شیخ مقصود نے اس سے پوچھا۔

"روبوں کو خبردار کیا جا رہا ہے —— وہ سب اکٹھا ہو رہے ہیں۔ ہم پر حملہ کرنے کے لئے۔"

سیما نے ایک ہلکی سی چیخ ماری اور بادل کے سینے سے لپٹ گئی۔

ہر شخص کا چہرہ فق تھا۔

بھونپو نیچے فیکٹری میں برابر زور زور سے بج رہا تھا۔

چنچل بجا کے تندور میں سے کیک نکال رہی تھی کہ اس نے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنی ـــــ اس نے مڑ کر دیکھا ـــــ یہ ولیم جیگر تھا اور اس سے پیشتر کہ وہ کچن سے بھاگ سکتی ۔ وہ ولیم جیگر کی مضبوط بانہوں میں تھی اور وہ اس سے پیار کر رہا تھا ۔

" مجھے چھوڑ دو ۔" چنچل گھبرا کے بولی ـــ " ورنہ میں چلا کے سب کو اکٹھا کر لوں گی ۔"

یہ پہلا موقع نہیں تھا جب ولیم جیگر نے ایسا کیا ہو ۔ جب چنچل نے مدد کے لئے پکارنے کی دھمکی نہ دی ہو مگر اس دھمکی کے باوجود وہ ولیم کی مضبوط بانہوں کے گھیرے کو پسند کرتی تھی مگر اس نے کبھی ولیم کو جتایا نہ تھا ۔ وہ ولیم پر ہمیشہ یہی ظاہر کرتی تھی کہ وہ اس کی دست درازیوں کو سخت ناپسند کرتی ہے ۔

" چلانے سے پہلے میری ایک بات سن لو ڈارلنگ ـــ "

" میں تمہاری ڈارلنگ نہیں ہوں ۔" چنچل نے خفا ہو کر کہا ۔

" ہندوستانی لڑکیاں تو ایسی ٹیڑھی نہیں ہوتی ہیں ـ " جیگر نے مجبوراً بیزاری سے سر ہلا کر کہا ۔

" سبھی ہندوستانی لڑکیاں ایک سی نہیں ہوتی ہیں ۔" چنچل اچھل کر بولی ۔ اور تم نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے مٹی مادھو ی ـــ ؟

"محاورہ ہے مٹی کا مادھو —" ولیم جیگر بولا۔ "کم سے کم میں نے اپنے ہندوستانی دوستوں کو یہی کہتے سنا ہے۔"

"سنا ہوگا — مگر میں محاورے تبدیل کر سکتی ہوں۔ یہ ہماری زبان ہے۔ تمہاری زبان نہیں جس میں آخ ناخ ناخ کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا۔

"تمہیں میری زبان کا علم کیسے ہوا؟"

"تمہیں بڑبڑاتے نہیں سنتی ہوں کیا؟" "اچھا اب مجھے چھوڑ دو ورنہ کیک تندور میں جل جائے گا — اور سیمابی بی مجھ پر خفا ہوں گی۔"

"اب جبکہ سب کچھ جل رہا ہے۔ کیک بھی جل جائے تو کیا فرق پڑتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" جینجل نے بھوئیں اوپر اٹھا کر پوچھا۔ اس کا منہ تھوڑا سا کھلا تھا۔

ولیم جیگر نے اس تھوڑے سے کھلے منہ پر اپنے ہونٹ رکھ کر اس کا سارا رس چوس لیا۔

جینجل کسمسانی رہ گئی — پھر تڑپ کر اس کی باہنوں کے گھیرے سے پھسل کر نکل گئی۔

ولیم خاموش کھڑا رہا۔

جب جینجل تندور سے کیک نکال چکی تو اس کا ایک ریزہ سا چھری سے کاٹ کے چکھا — اور جب اس کی زبان کو کیک کا ذائقہ پسند آیا تو اس نے چھری سے کیک کا ایک ٹکڑا کاٹ کے ولیم کو دیا —.... اور بولی "ذرا اسے چکھ کے بتاؤ مزا کیسا ہے؟"

ولیم نے کیک کا ٹکڑا منہ میں ڈالا۔ چند لمحے کیک اس کے جبڑے میں گھلتا رہا۔ پھر اس نے مزے کی ایک چسکی سی لی اور بولا — "بہت عمدہ ہے۔ تم

تو بالکل جرمن عورتوں کی طرح کیک بناتی ہو۔"

"کیا سب ہی جرمن عورتیں بہت عمدہ کیک بناتی ہیں ؟" بینا نے پوچھا۔

"ہاں تقریباً سب ہی ۔ مگر تم سے اچھا کیک کوئی عورت نہیں بناسکتی یہ میرا دعویٰ ہے ۔"

"جھوٹے ۔"

"نہیں بالکل سچ کہتا ہوں ۔"

"خوشامدی ۔"

"خوبصورت عورت کی خوشامد نہ کرو تو وہ اپنے عاشق سے جلد بیزار ہو جاتی ہے ـــــ مجھے تو خوشامد کرنا بھی ٹھیک سے نہیں آتا۔ مردوں کے اس جزیرے میں رہ کر میری اس حس کو زنگ لگ گیا ہے ـــ جس کے ذریعے مرد عورتوں کی تعریف کرتے ہیں ۔"

"تمہیں تو زنگ نہیں لگ گیا ـــــ بالکل سان پر چڑھے دکھائی دیتے ہو ۔"

"تو اسی پر ایک پیار اور دے دو ۔"

"ہٹو میں سستی نہیں ہوں ۔"

"میں کب کہتا ہوں تم سستی یا مہنگی ہو۔ تم ایک عورت ہو۔ خوبصورت چنچل ۔ خوش ادا ۔ حسین اور شریر۔ جرمنی میں مجھے ایسی عورتیں بہت پسند آتی تھیں مگر اس زمانے کو گزرے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا۔ اب ایک خواب سا معلوم ہوتا ہے ۔"

پھر ولیم کے کندھے سینے کو گر گئے ۔ دونوں ہاتھ جھٹک کر بولا : "اور

اب وقت بھی کم رہ گیا ہے۔"

"کس بات کے لئے۔؟"

"محبت کرنے کے لئے۔"

"محبت کرنے کے لئے کبھی وقت کم نہیں ہوتا۔ ایک لمحہ بھی ایک صدی ہوتا ہے۔" چینچل کی آنکھوں میں دلآویز چمک تھی۔

یکایک باہر کا شور ایک سیلاب کی طرح اندر کھڑکیوں کی راہ سے امڈتا ہوا چلا آیا۔ ہزاروں آوازیں ایک ساتھ مل کر چلانے لگیں۔ "انقلاب زندہ باد"

چینچل خود بخود ولیم کی باہوں میں آ گئی ۔ "یہ کون لوگ ہیں۔"

"روسیوں نے فیکٹری کے چاروں طرف گھیرا ڈال دیا ہے۔ وہی انقلاب کی آوازیں بلند کر رہے ہیں۔ اور اس فیکٹری میں پندرہ بیس انسانوں سے زیادہ آدمی نہ ہوں گے۔"

"ہم کیسے ان کا مقابلہ کر سکیں گے۔" اس نے ولیم سے پوچھا .... اور سر اٹھا کے ولیم کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی اور اپنی ایک انگلی سے اس کے چہرے پر ایک فرضی لکیر سی کھینچنے لگی۔

"روسیوں سے مقابلہ تو نہیں ہو سکتا۔ نہ ہمارے پاس اسلحہ ہیں نہ اتنی تعداد ہے ہماری۔"

"پھر ہم کیا کریں گے؟"

"ہم سے اگر تمہارا مطلب سب سے ہے تو وہ سب جانیں۔" ولیم بولا۔

"اور اگر مجھ سے ہے تو مجھے معلوم ہے میں کیا کر رہا ہوں۔"

"کیا کر رہے ہو۔؟"

"میں تمہیں لے کر واپس جرمنی جا رہا ہوں۔"

"جرمنی؟" چنچل دھیمے لہجہ میں بولی کچھ محجوب، کچھ حیرت زدہ کچھ پشیمان سی۔
"جرمن میں کہاں جاؤ گے؟"

"اپنے شہر ڈالڈن ــــ تم نے شہر ڈالڈن نہیں دیکھا؟"

چنچل نے آہستہ سے انکار میں سر ہلا دیا۔

ولیم بولا۔ "بڑا خوبصورت شہر ہے۔ شہر کا زیادہ حصہ تو میدان پر بسا ہوا ہے۔ لیکن جو امیر لوگ ہیں جو عقل و دانش کے مالک ہیں جو ادب اور آرٹ کے رسیا ہیں۔ وہ قریب کی پہاڑی پر رہتے ہیں۔ وہاں پہ میری ایک خوبصورت سی کاٹج ہے۔ پرم روز کی بیلوں سے گھری ہوئی چاروں طرف سے پائن کی خوشبو آتی ہے اور شہد کی مکھیوں کی گونج اور ایک پہاڑی ٹرام بجلی سے چلنے والی دھیرے دھیرے ہمیں ڈرسڈن کے شہر میں لے جائے گی۔ جس کے ڈیپارٹمنٹ اسٹورز میں تمہیں ایسی خوب صورت ڈریس دکھائیں گے۔"

"نہیں نہیں ــــ" چنچل زور سے سر ہلا کر بولی۔ "میں سیما بی بی کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔"

"کیوں ... ؟"

"اس لئے کہ وہ میری مالکن ہیں۔"

"وہ تمہاری مالکن نہیں ہیں۔ تمہارے مالک تو اس فیکٹری میں بھی نہیں ہیں۔ وہ تو کہیں طہران میں رہتے ہیں جنہوں نے تمہیں یہاں جاسوسی کے لئے بھیجا تھا۔"

"تم نہیں کیسے ... ؟"

چنچل زور سے چلائی ۔ پھر ایک دم چپ ہو گئی ۔ اس کا چہرہ فق تھا ۔ لگا بیہ
پینچے گری ہوئی ۔

ولیم نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا ۔

" دنیا کی مرکزی حکومت نے تمہیں جاسوس بنا کے یہاں بھیجا تھا ۔۔ مگر
گھبراؤ نہیں یہ بات میرے سوا اور کسی کو معلوم نہیں ہے ۔"

بہت دیر تک خاموش رہی ۔۔۔ پھر چنچل ولیم کے سینے سے لگ
کر بولی ۔

" مگر ہم ڈرسڈن کے لئے اس انڈیمان جزیرے سے کیسے نکل سکیں گے ۔
سنا ہے انگریز کے زمانے میں یہ جزیرہ قیدیوں کا کالا پانی تھا ۔ اب پھر یہ جزیرہ
ہمارے ایسے قیدیوں کے لئے کالا پانی بن گیا ہے ۔"

" تم گھبراؤ نہیں ۔" ولیم بولا ۔

" بس تم ہاں کر دو تو تمہیں بھی اپنے ساتھ لے چلوں گا ۔۔۔ میں نے
سری دھر سے بات کر لی ہے ۔"

" سری دھر ۔۔۔ وہ باغی ۔ ؟ "

" ہاں وہی باغی ۔ اب یہاں کے روبوں کا سرغنہ ہے اگر ہم جیسے ہتھیارے
یہاں سے یعنی اس فیکٹری سے نکل کر روبو لوگوں سے پناہ مانگیں گے تو سری دھر
نے وعدہ کیا ہے وہ ہمیں ڈرسڈن جانے دے گا ۔۔۔ میں سری دھر سے
اکثر اچھا سلوک کرتا رہتا تھا اس لئے وہ مجھ سے خوش ہے ۔"

" دوسروں کا کیا ہو گا ۔ ؟ "

" سب کا سوچوں گی تو جو دوسروں کا حشر ہو گا وہی میرا حشر ہو گا ۔"

" نہیں میں نہیں جاؤں گی ۔ میں تمہیں بہت پسند کرتی ہوں ۔ مگر تمہارے

سنگ نہیں جاؤں گی ۔"

"یہ دوسروں سے غدّاری ہوگی ۔

" اس وقت وفاداری اور غدّاری کا کوئی سوال نہیں ہے ۔ اس وقت صرف اپنی جان بچانے کا سوال ہے ۔ میں خود اکیلا جا سکتا تھا مگر تمہارے بغیر سارا شہر ڈرسڈن سونا سونا سا معلوم ہوگا ۔"

چینچل نے گہری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا ۔ آہستہ سے بولی ۔

" اتنا مجھ سے پیار کرتے ہو ۔ ؟ "

" نہ کرتا تو اکیلا بھی جا سکتا تھا ۔"

ایک لمبی سانس لے کر چینچل نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا بولی ۔

" اب جہاں جی چاہے لے چلو ۔"

ڈاکٹر پارکنز مائیکرو یو کا بکسا لے کر ڈرائینگ روم میں گھسا ۔ بولا " فون تو کٹ چکا ہے مگر مائیکرو ویو کے اس بکسے کو میں نے ٹھیک کر کے نیویارک سے رابطہ قائم کر لیا ہے ۔"

" دلّی کا کیا ہوا ـــــ " بادل نے پوچھا ۔

" دلّی شہر تباہ ہو چکا ـــــ اب اس پر نقلی انسانوں کا قبضہ ہے ۔"

" اور نیویارک ـــــ ؟ " ڈاکٹر روبن ہامر نے بے چینی سے پوچھا ۔

" نیویارک پر چاند سے بمباری کی جا رہی ہے ۔ چاند پر بھیجے گئے سب روبو باغی ہو چکے ہیں ۔ باغی ہو گئے ہیں ۔ انہوں نے اپنے راکٹ یا میزائل کا

رخ زمین کی طرف پھیر دیا ہے۔ نیو یارک کی بلند ترین عمارتیں ماچس کی تیلیوں کی طرح جل رہی ہیں۔"

"مجھے وہ دن یاد آتا ہے جب امریکی انسان نے سب انسانوں سے پہلے چاند پر قدم رکھا تھا۔ اس کے بعد ہم لوگ دوسرے ستاروں پر جانے والے تھے۔

مگر انسان اپنی کاوشوں کو بھول گیا۔ اس نے روبو بنانے شروع کر دیئے" شیخ مقصود بولا۔" انسان کو اسی لئے زوال آیا کہ اس نے خود سے کام کرنا چھوڑ دیا۔"

"واشنگٹن کی کیا خبر ہے؟"

"واشنگٹن تباہ ہو چکا ہے۔ لندن تباہ ہو چکا۔ پیرس پر بمباری کی جا رہی ہے۔ راولپنڈی ختم ہے۔ ٹوکیو کا نام ونشان نہیں۔ ماسکو پیکنگ سب بڑے بڑے شہروں پر چاند سے راکٹ میزائل پھینکے جا رہے ہیں اور پر چاند سے حملہ ہے پیچھے روبو کا غدر ہے۔"

شیخ مقصود بولا" ! ہم اسے غدر کہتے ہیں۔ روبو اسے اپنی پہلی جنگ آزادی کے نام سے پکارتے ہیں۔"

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

پروفیسر پاٹل جو دور بین لگائے فیکٹری کے باہر کا آہنی جنگلہ دیکھ رہا تھا۔ یکایک چونک کر بولا۔

"ارے؟ وہاں ولیم جیگر اور چنچل کیا کر رہے ہیں؟"

"ولیم جیگر اور چنچل —؟" سیما کے منہ سے حیرت کی ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

"ذرا دور بین مجھے دینا —" اس نے پروفیسر پاٹل سے کہا۔

پروفیسر پاٹل نے اسے دور بین دی ۔ وہ دور بین سے دیکھنے لگی ۔ ساتھ ساتھ میں کمنٹری دیتی جا رہی تھی ۔

" ولیم جیگر آہنی جنگلے کے قریب پہنچ گیا ہے ــــــ سری دھر کے قریب وہ اس سے ہاتھ ہلا ہلا کر کچھ کہہ رہا ہے ۔ سری دھر انکار میں سر ہلا رہا ہے ۔ وہ اس کے اور قریب جا کر سری دھر کی خوشامد کرتا معلوم ہوتا ہے ۔ چینچل خاموش کھڑی ہے ۔ جیگر کی بغل میں . . . . . سری دھر آہنی جنگلے کا دروازہ کھولنا چاہتا ہے مگر نہیں کھلتا اندر سے تالا لگا ہے ۔ لمبا تڑنگا جیگر خوش نظر آتا ہے ۔ اس نے چھلانگ لگا کر جنگلے کو پار کر لیا ہے ، سری دھر نے اسے راستہ دے دیا ہے مگر اب جیگر جنگلے کے دوسری طرف سے چینچل کو اٹھانے میں مصروف ہے ۔ "

" مجھے معلوم نہیں تھا ۔ " روبن ہامر بولا ــ " کہ جیگر کا چینچل سے کبھی کوئی تعلق تھا ۔ "

" ہائے رام ۔ کہہ کر سیما زور سے چیخی ۔ دور بین اس کے ہاتھوں سے گر گئی ۔ اس نے اپنا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی ۔

بادل اٹھ کر اس کے قریب چلا گیا اور اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر تسلی دینے لگا ۔

اتنے میں ڈاکٹر پارکنز نے دور بین اٹھا لی تھی ۔ چند منٹ تک خاموشی سے دور بین اپنی آنکھوں سے ہٹا کر تپائی پر رکھ دی ۔

سب اس کی طرف خاموشی سے دیکھنے لگے ۔

ڈاکٹر پارکنز نے سر جھکائے ہوئے کہا ۔

" انہوں نے ان دونوں کو ختم کر دیا ہے ۔ "

رذیل عورتوں کا بھی احترام نہیں کرتے . .

ہم نے ہی اسے ایسا بنایا ہے۔ ان کے اندر صرف کام کرنے کی حس ہے باقی حسیات ہم نے ان میں پیدا ہی نہ ہونے دیں۔ تو اب گلہ فضول ہے۔"
شیخ اپنی چھوٹی سی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"مگر سری دھر نے تو انہیں جانے کی اجازت دی تھی کم سے کم دور بین سے تو ایسا لگتا تھا" جاوید بولا۔

"سری دھر روبوں کا لیڈر ہے اور لیڈر لوگ صرف اپنی سیاست کی پروا کرتے ہیں۔ انسانی جان کی پروا نہیں ہوتی اور اگر سری دھر روبوں کا لیڈر ہے تو وہ کیسے روبوں سے غداری کر سکتا تھا۔ ممکن ہے روبو اسے ہی کچل ڈالتے۔"

روبن ہالم نے جواب دیا۔

بڈھا ڈاکٹر پاٹل گھبرا کر بولا "اب وہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟"

"وہ سب لوگ فیکٹری کے آہنی جنگلے سے لگ کر ایک دیوار کی طرح کھڑے ہیں۔ چہروں کی دیوار۔ کیونکہ ایک روبو کو دوسرے روبو سے پہچاننا کبھی کبھی بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہم نے انہیں ایک ہی سانچے اور ٹھپے میں ڈال دیا۔

ورنہ ہر سانچہ مختلف ہوتا۔ اور لاگت زیادہ آتی۔ ہم قدرت کی طرح بے وقوف نہیں کہ ہر روبو کو ہر انسان کی طرح مختلف چہرے دیتے۔

بادل بولا۔

"مگر ہم نے ان کو مختلف نمبر تو دیئے۔"

"تاکہ کارخانے میں حاضری کے وقت گننے میں آسانی رہے۔"

روبو کبھی اپنے کام سے غافل نہیں رہتے۔ انہیں معلوم ہی نہیں چھٹی

کیا چیز ہے۔ تفریح کسے کہتے ہیں۔"

"کبھی کبھی میں سوچتا ہوں۔" ڈاکٹر پاٹل بولے "ہم نے اس جزیرے میں عورتوں کو ممنوع قرار دے کر سخت غلطی کی۔ عورتیں تہذیب لاتی ہیں اور شرافت کی نرمی اور ہمدردی کا گداز اور آنسو اور معصومیت۔ وہ سب چیزیں ہم نے کھو دیں۔ وہ بو بنا [illegible] تے ہم خود روبوسے گئے۔"

"دوسری طرف یہ بات بھی ہے" بادل بولا۔ "اگر آج زیادہ عورتیں ہوتیں تو ان کا بھی وہی حشر ہوتا جو چینچل کا ہوا۔"

یسما کا سارا بدن کانپا۔ اس نے اپنا چہرہ پھر اپنے ہاتھوں میں چھپا لیا۔

ڈاکٹر پارکنز نے بات کا رخ بدلنے کی خاطر کہا۔ "اب وہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔؟"

جاوید بولا۔ "کیونکہ اب اس نے دوربین اٹھالی تھی۔ وہ اس قدر خاموش چپ چاپ جنگلے سے لگے کیوں کھڑے ہیں۔؟ لگتا ہے جیسے خاموشی نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہو۔"

بادل بولا۔ "جانے ان کے دل میں کیا ہے۔ وہ کسی چیز کا یا کسی وقت کا یا کسی شخص یا کسی سگنل کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ کچھ کرتے کیوں نہیں؟"

"ایسے نہ کہو بادل۔" جاوید کانپ کر بولا "وہ تعداد میں اتنے زیادہ ہیں کہ اگر جنگلے پر زور دیں تو آہنی جنگلہ ماچس کی تیلی کی طرح ٹوٹ جائے گا۔"

"نگران کے پاس ہتھیار تو نہیں ہیں؟" ڈاکٹر پاٹل نے اپنے دل کو تسلی دینا چاہی۔

"ہتھیار نہ ہونے سے کیا ہوتا ہے۔" شیخ مقصود بولا "وہ لوگ تعداد میں اتنے زیادہ ہیں کہ ہم لوگ پانچ منٹ سے زیادہ ان کے سامنے ٹھہر نہیں

سکیں گے۔ وہ ایک بپھرے ہوئے طوفان کی طرح ہمیں ڈبوتے ہوئے ہمارے سروں کو کچل کر گزر جائیں گے ۔"

یکایک جاوید ملک کو کچھ یاد آیا ۔ وہ خوشی سے اچھل پڑا بولا ۔

"میرے کام کرنے کے کمرے میں ایک بجلی کی موٹر پڑی ہے۔ میں اس کی مدد سے ایک نئے قسم کا روبو تیار کر رہا تھا جو اب تین چوتھائی مکمل ہو چکا ہے بھیم ۔ رستم اور ہرکولیس کی ساری خوبیاں اس میں جمع کر دی ہیں۔ میں اس کا نام ارجن رکھنا چاہتا ہوں ۔"

"جلدی بات کرو کیا کہنا چاہتے ہو ؟" بادل نے بےچینی سے بولا ۔

"اس بجلی کی موٹر کو میں یہاں لے آتا ہوں ۔ اور اس کے تار ہم ٹوٹے ہوئے تار سے جوڑ کر سارے آہنی جنگلے کو برقا دیتے ہیں ۔ جوں ہی بجلی کی رو آہنی جنگلے پر دوڑے گی جو روبو اسے ہاتھ لگائے گا یا چھوئے گا اسی وقت بجلی کے جھٹکے سے ختم ہو جائے گا ۔"

"تو فوراً لے آؤ ـــــ بجلی کی اس موٹر کو ۔"

"مگر بھاری ہے ۔" جاوید بولا ۔" میں اکیلا اسے اٹھا نہ سکوں گا ۔"

روبن ہائیر اٹھ کر کھڑا ہوا ۔ " میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں ۔"

جب روبن ہائیر اور جاوید چلے گئے تو ڈاکٹر پارکنز نے پھر دوربین اٹھالی۔

چند منٹ کی خاموشی کے بعد اس نے بادل سے کہا ۔

" سری دھر روبوں سے کچھ مشورہ کر رہا ہے ۔ مائی گاڈ ۔

" کیا ہوا ۔ ؟ "

" اس نے چھلانگ لگا کر آہنی جنگلے کو پار کر لیا ہے اور اب وہ دوسرے روبوؤں سے اندر آنے کے لئے کہہ رہا ہے ۔" ڈاکٹر پارکنز جلدی جلدی کہنے لگا ۔

دو روبو اور اندر آ گئے —— پانچ اور ۔

شیخ مقصود بولا ۔" اگر اس وقت جلدی سے روبن ہامُر اور جاوید نہیں آتے ہیں تو سمجھو ہم ختم ہیں ۔"

سیما ڈرائینگ روم سے اٹھ کر دوڑتی دوڑتی اپنے کمرے میں گئی ۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک المناک راگنی سیما کے کمرے سے آنے لگی ۔ سیما ستار بجا رہی تھی ۔

اگر سیما ستار بجا سکتی ہے ۔" شیخ مقصود بولا ۔" تو سمجھو ابھی دنیا ختم نہیں ہوئی ۔"

" نہیں یہ بات نہیں ہے ۔" بادل بولا ۔" جب سیما کے دل میں کوئی نیا خیال یا نئی ترکیب آتی ہے تو وہ اپنے ذہن میں اس کی تصویر صحیح طور پر سمجھنے کے لئے ستار بجانے لگتی ہے ۔ سنگیت سے اس کے تخیل کو پر لگ جاتے ہیں ۔ وہ ضرور اس وقت کچھ سوچ رہی ہے ۔"

" دس اور روبو جنگلے کو عبور کر کے اندر آ گئے ہیں ۔" ڈاکٹر بارکنز نے دوربین سے دیکھتے ہوئے کہا ۔" وہ سب فیکٹری کے اندر آ رہے ہیں ۔"

بلونت سنگھ اور شیخ مقصود دونوں باری باری کہنے لگے ۔

" یہاں تک آنے میں انہیں بہت دیر لگے گی ۔"

زیادہ دیر تو نہیں مگر آدھا گھنٹہ پونا گھنٹہ ضرور لگ جائے گا ۔ ہم نے ادھر آنے والی سیڑھیوں کا آہنی دروازہ بند کر دیا ہے اور فیکٹری کے گیٹ کو بھی بند کر دیا ہے ۔ صرف بجلی گھر کی طرف ہم نہ جا سکے ۔"

ڈاکٹر پاٹل نے مایوسی سے سر ہلا کر ۔" ہم چاروں طرف سے گھر چکے ہیں ۔" اتنے میں ڈاکٹر روبن ہامُر اور جاوید تک بجلی کا موڑ لے کر آ گئے ۔

"اتنی دیر کیوں کر دی ؟"

جاوید ملک تار سے تار جوڑتے ہوئے بولا ." میں ڈاکٹر روبن ہامر
سے نئے روبو کے دماغ کے سلسلہ میں مشورہ لے رہا تھا . ڈاکٹر روبن ہامر نے
اس کے دماغ کو ٹھیک کر دیا ہے ."

"ہاں . " ڈاکٹر روبن ہامر بولا ." بے حد خوبصورت وجیہہ اور پُروقار
جسم بنایا ہے . جاوید نے ۔اس روبو کا . میں نے اسے بہترین دماغ دے کر
سلا دیا ہے ۔ اب وہ سات سال تک سوتا رہے گا ."

جاوید بولا ." اسے سوتے دو جب تک ارجن سوتا رہے مہا بھارت
جنگ نہیں چھڑے گی . رستم سہراب کی کہانی نہیں دہرائی جائے گی .
ہرکولیس کو زمین کا بوجھ اپنے کندھوں پر نہیں لینا پڑے گا . پرومیتھس نیند
کی زنجیروں سے جکڑا روح کی بے چین اگنی نہیں چرا سکے گا ."

" بجلی دوڑاؤ ـــــ " ڈاکٹر پارکنز بولا ." جلدی سے بجلی دوڑاؤ . اس
آہنی جنگلے میں ورنہ سب روبو اندر آجائیں گے ـــــ آہ ."

"کیا ہوا ۔؟ "

" بجلی کی رو جنگلے میں چلنے لگی . اٹھارہ ہزار وولٹ کی بجلی نے روبوں کی
پہلی صف کو جو جنگلے سے لگی ہوئی کھڑی تھی جلا کے راکھ کر دیا ہے ."

" بلونت سنگھ کہاں ہے ؟ " بادل نے پوچھا .

" نیچے کمرے سے حساب کتاب کا کھاتہ لانے گیا ہے ." شیخ مقصود نے کہا .

" اس وقت اس کا کیا کام ہے . کیا تک ہے ."

" مرتے وقت حساب کتاب کی سوجھی ہے جناب کو ."

اتنے میں بلونت سنگھ لیجر اٹھائے ہوئے ، کمرے کے اندر آگیا . جب

اس کے سامنے اس کے ساتھیوں نے پھر وہی سوال کیا تو وہ بولا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ حساب کتاب ہونا چاہیئے۔ بیشتر اس کے کہ۔ ۔ ۔ بیشتر اس کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرا مطلب ہے ممکن ہے نیا سال ہماری زندگی میں نہ آئے اور حساب کتاب کبھی نہ ہو۔"

"کیا دکھائی دے رہا ہے۔" ڈاکٹر پاٹل نے ایسے اطمینان سے پوچھا جیسے صرف گہری مایوسی ہی پیدا کر سکتی ہے۔

"کچھ نہیں۔" ڈاکٹر پارکنز بولا "ہر طرف نیلا ہی نیلا رنگ نظر آ رہا ہے۔"

"روبوکی وردی کا رنگ۔" بادل نے ہونٹ سکوڑ لیے۔

ڈاکٹر پارکنز بولا۔" وہ لوگ ڈاک کے بحری جہاز سے اب اسلحہ اتار رہے ہیں۔"

"تو میں انہیں کیسے روک سکتا ہوں۔" روبن ہارم جھلا کر بولا۔

"مائی گاڈ۔" پارکنز چلا اٹھا۔" انتم جہاز نے اپنی توپوں کے دہانے ہمارے گھر کی طرف کر دیئے ہیں۔"

"توپوں کے دہانوں سے چند منٹ کے لئے گولے برسیں گے۔ سب ختم۔"

"ختم یعنی انت۔" ڈاکٹر پاٹل بولا۔" انت سے انتم ـــ انتم جہاز کا خوب نام رکھا ہے کسی نے۔"

"معلوم ہوتا ہے روبوں میں حس مزاح جاگ رہی ہے۔"

ڈاکٹر پارکنز نے کہا۔

"حس مزاح کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" ڈاکٹر روبن ہارم نے آہستہ سے خوف ناک لہجہ میں کہا۔ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ روبوں کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔

"یہ بات سب جانتے ہیں۔" کرسی پہ بیٹھے بیٹھے بارکنز کے جسم میں ایک جھرجھری سی آئی اور اس نے دوربین روبن ہائمر کو دے دی اور خود ٹانگیں سیدھی کرتے ہوئے بولا: "یورپ والوں نے بہت برا کیا جو روبوں کو لڑنا سکھا دیا۔ ورنہ ایمان کی بات ہے کہ اپنا نقلی انسان بڑے کام کا تھا مگر انہوں نے نقلی انسانوں سے اصلی انسانوں کا کام لینا شروع کر دیا اور انہیں لڑنے جھگڑنے میں ماہر کر دیا۔"

"حالانکہ ان صفات میں ہماری مکمل اجارہ داری تھی۔" شیخ مقصود نے کسی قدر تلخی سے کہا۔ "انہیں سپاہی بنا دینا غلط تھا۔"

"میں کہتا ہوں انہیں روبو بنانا ہی غلط تھا۔" بلونت بولا۔

بادل بولا: "نہیں بلونت۔ میں آج بھی یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ ہم نے ان کی تخلیق کرکے کوئی غلطی کی۔"

"آج بھی نہیں مانو گے۔" بلونت بولا۔

"آج بھی نہیں۔" بادل غرور سے بولا۔ "آج انسانی تہذیب کا آخری دن ہے لیکن آج بھی میں اپنی غلطی تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں۔"

بلونت لیجر کے حساب کتاب میں لگ گیا —— گنتے ہوئے بولا۔

"آٹھ کروڑ نو سو پندرہ روپے۔"

بادل کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے روبن ہائمر سے بولا۔

"ڈاکٹر روبن ہائمر ہم شاید زندگی کے آخری لمحوں میں ایک دوسرے سے ہمکلام ہیں۔ شاید ہماری گفتگو کا آدھا حصہ دوسری دنیا کی طرف پہنچ رہا ہے۔ مگر میرے باپ کا خواب برا نہیں تھا۔ کام کی غلامی کو توڑنے کے لئے اس نے روبو کو ایجاد کیا —— زندگی بہت سخت تھی۔ تلخ اور کام سے چور چور کر دینے والی۔ اس لئے اس نے روبو ایجاد کیا۔ ایک نقلی انسان جو اصلی

انسان کی تھکن دور کر سکے۔ اسے کڑے کاموں سے نجات دلا سکے۔"

"میں جانتا ہوں تمہارے پتا جی کے دماغ میں یہی تھا۔" ڈاکٹر پاٹل بولا ۔۔۔ "لیکن ہم لوگ محض آدرش وادی نہ تھے۔ میں نے چالیس برس اس کے ساتھ کام کیا ہے۔ میں جانتا ہوں جوں جوں ہم روبو بناتے گئے منافع کا میدان وسیع تر ہوتا گیا۔ منافع کا بھوت ہمارے دماغ پر سوار تھا بالکل اسی طرح جس طرح ہم روبو پر سوار تھے۔ روبو ہمارا غلام تھا۔ ہم منافع کے غلام ہوتے گئے۔

"میں اپنی بات کروں گا۔" بادل چھاتی ٹھونک کر بولا۔

"میں نے کبھی منافع کا خیال نہیں کیا۔ میں نے اپنی تحقیق کو مکمل کرنے کے لئے کام کیا ۔۔۔ کام کی خاطر کام۔ تاکہ انسان کام کا غلام نہ رہے۔ کام کس لئے ۔۔۔؟ ایک روٹی کے لئے ۔۔۔ چھی! کیا انسانی تہذیب کی یہی معراج تھی۔ اسی لئے میں نے آپ سب لوگوں کے ساتھ کام کیا تاکہ انسان کو روٹی کی غلامی سے نجات دلا سکوں۔ میں اس گندے معاشی نظام سے انسانیت کو اوپر اٹھانا چاہتا تھا۔ غریبی کو ہمیشہ کے لئے دور کر دینا چاہتا تھا۔ میں نے انسانوں کی ایک نئی نسل کا خواب دیکھا تھا۔"

"پھر کیا ہوا۔" پارکنز آہستہ سے بولا۔

"میں دنیا کے انسانوں کو جنت کا نمونہ دینا چاہتا تھا جس میں وہ دودھ روٹی اور کپڑا۔ گھر اور تعلیم کے تقاضوں سے لاکھوں کروڑوں روپیوں کی مدد سے اوپر اٹھ کر ہر مسئلے کو حل کرتے ہوئے آدمیت کی ایک نئی سطح کو پا لیتے۔ یہ میرے باپ کا خواب تھا۔ بس اگر ایک سو سال ہمیں اور مل جاتے۔ صرف ایک سو سال۔ پھر تم دیکھتے۔"

"پچاس کروڑ نو لاکھ ستاون ہزار آٹھ سو دس روپیہ ۔" بلونت لیجر سے گنتے ہوئے بولا۔

پھر خاموشی چھا گئی ۔

یسما کے کمرے سے ستار کی دھن اونچی ہونے لگی ۔

"موسیقی بھی انسان کو اوپر اٹھاتی ہے ۔" پارکنز بولا۔ "ہمیں کچھ ادھر بھی دھیان دینا چاہیئے تھا۔ ردبو اور روپے کے علاوہ کچھ اور بھی باتیں ہیں۔ جو انسان کو اونچا لے جا سکتی تھیں ۔"

"مثلاً ۔" بادل نے پوچھا۔

"مثلاً ۔ موسیقی ۔" جاوید بولا۔ "حسن ۔ لطافت ، نزاکت ، محبت کی ایک نگاہ ۔ صبحدم کنول کی پتی ۔ ہر ایک قطرہ ہیرے کی طرح چمکتا ہوا ——

ہم سب ان باتوں کو بھول گئے اور منافع کے تہہ خانے میں جا گھسے ——

ورنہ دنیا بڑی خوب صورت تھی ۔"

"اور اب اور اٹھاسی لاکھ روپے ۔"

بلونت سنگھ نے گنتے ہوئے کہا ۔

"شاید جس دن یہ فیکٹری بنی تھی جس دن ہم نے اپنی ذمہ داری نقلی انسان کو سونپ دی تھی ۔ شاید ہم اسی دن مر گئے تھے ۔" روبن ہالم افسوس سے سر ہلاتے ہوئے بولا۔ "شاید ہم اپنے بھوت ہیں جو سو سال کے سایوں کی طرح اس فیکٹری پر منڈلا رہے ہیں ۔ جس پر چند منٹوں کے بعد ردبوں کا اختیار ہو جانے والا ہے ۔ لگتا ہے جیسے یہ سب کچھ ہو چکا ، آج کا لمحہ ماضی میں کھو چکا —— میری گردن پر ایک کاری زخم ہے جس سے خون رس رہا ہے تم پارکنز، تمہاری پیٹھ میں ردبو نے ایک خنجر پیوست کر دیا ہے ——

چند منٹ کے بعد آنے والے مستقبل کو ہم ماضی کی آنکھ سے کیوں نہ دیکھیں۔
"سات ارب اکہتر کروڑ ۔۔۔ اور ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ ۔" بلونت سنگھ بولا۔
"یہ قصور کس کا ہے ؟"
"ہمارا نہیں ہے ۔" بادل سختی سے بولا "یہ روبوں کا قصور ہے ۔ بغاوت انہوں نے کی ہے ۔"
"ہمارا بھی قصور ہو سکتا ہے ۔" شیخ مقصود بولا ۔ "ہم نے منافع کی رقم بڑھانے کے لئے انہیں اتنی تعداد میں مینوفیکچر کر دیا کہ وہ ساری دنیا پر چھاتے چلے گئے ۔۔۔ اور انسان اسی حساب سے کم ہوتے چلے گئے ۔"
روبن بامر دوربین سے دیکھتے ہوئے بولا "مجھے ابھی خیال آیا ہے ۔ شاید انسان اتنی جلدی اور یوں ختم نہیں ہو سکتا ۔"
یکایک جاوید اٹھ کھڑا ہوا اور سر جھکا کے بولا "قصور میرا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ سارا قصور میرا ہے ۔"
"تمہارا ۔ ؟"
ڈاکٹر پاٹل حیرت سے جاوید کی طرف دیکھنے لگا ۔
"ہاں ۔ میں نے نقلی انسان کے جسم میں آپ کو بتائے بغیر کئی تبدیلیاں کر دیں ۔"
"یہ تم کیا کہہ رہے ہو ۔ ؟" بادل گھبرا کر بولا ۔
"میں نے روبو کا کریکٹر ہی بدل دیا ۔ جسم میں چند تبدیلیاں اور ان کی نفسیات میں چند اضافے کرنے سے ان کی شخصیت ہی بدل گئی ۔"
"مگر تم نے ایسا کیا کیوں ؟" ڈاکٹر پارکنر نے پوچھا ۔
"اور کس لئے کیا ۔ ؟" ڈاکٹر پاٹل نے پوچھا ۔
"اور ہم لوگوں کو بتایا تک نہیں ؟" شیخ مقصود نے شکایات کرتے ہوئے کہا ۔

"میں یہ تبدیلیاں آہستہ آہستہ خاموشی اور رازداری سے کرتا رہا۔ میں نے یہ راز ہر ایک سے چھپائے رکھا۔ سوائے ایک کے۔ میں انہیں آہستہ آہستہ انسانی سطح پر لانا چاہتا تھا۔ کام کرنے کی قوت اور صلاحیت میں وہ پہلے ہی ہم سے بہتر ہو چکے تھے۔"

ڈاکٹر روبن ہالمر نے پہلی مرتبہ زبان کھولی۔ بولا۔ "مگر اس سے اس بغاوت کا کیا تعلق جو اس وقت روبوں نے کی ہے۔"

"میرا خیال ہے روبوں کی بغاوت کا اس تبدیلی سے گہرا تعلق ہے۔" جاوید بولا۔

"وہ اب مشین نہیں ہیں انہیں اپنی برتر قوت کا احساس ہو چکا ہے اور وہ ہم سے نفرت کرنے لگے ہیں کیونکہ ہم اب بھی انہیں مشین سمجھ کر ان سے ویسا برتاؤ کرتے ہیں جس سے ان کے دل میں ہر انسان کے لئے نفرت پیدا ہو چلی ہے ان نئے نقلی انسانوں کو جنہیں میں روبو کے بجائے ٹوبو کہنا زیادہ پسند کروں گا۔ میں نے گھنٹوں ان سے باتیں بھی کی ہیں اور ان کی نفرت کی منطق کو سمجھنے اور بدلنے کی کوشش بھی کی ہے ——— جہاں تک میرا خیال ہے وہ مجھ سے نفرت نہیں کرتے۔ ——— کیونکہ میں نے انہیں مشین نہیں رہنے دیا۔ مگر عام طور پر انسانوں سے نفرت کرنے سے میں انہیں باز نہیں رکھ سکا اور جب میں نے یہ نفرت دیکھ لی تو میں نے مزید ٹوبو بنانے بند کر دیئے۔ اور۔"

"ٹھہرو۔" بادل نے اسے روک کر کہا۔ "تم اقبال کرتے ہو کہ تم نے روبو میں کئی غیر قانونی تبدیلیاں پیدا کر دیں۔"

"ہاں۔"

"تو تمہیں اس کا بھی اندازہ ہو گا کہ ان تبدیلیوں کا اثر کیا ہو گا۔"

"امکانات کا اندازہ تھا۔ پورا اندازہ نہیں تھا۔"

"تم نے ایسا کیوں کیا جاوید ؟" بادل کے لہجہ میں گلہ تھا۔

"اپنی خاطر۔ محض تجربے کی خاطر۔ تجربے کا حق تو ہر سائینسداں کو ہے۔"

"یہ سچ نہیں ہے۔"

یہ سیما کی آواز تھی۔ وہ اب کمرے سے باہر نکل کر خاموشی سے ڈائیننگ روم میں چلی آئی تھی ـــــ وہ لوگ اپنی بحث میں اس قدر الجھے ہوئے تھے کہ انہوں نے سیما کی آمد کو فوری طور پر بالکل محسوس نہیں کیا۔ لیکن جب سیما نے کہا ـــ "یہ سچ نہیں ہے۔" تو سب کی نگاہیں مڑ کر سیما پر مرکوز ہو گئیں۔

بادل سیما کے قریب جا کے کہنے لگا۔

"اوہ سیما ـــ مرنا بہت مشکل ہے اور تمہیں دیکھ کر زندگی کے حسن کا اندازہ ہوتا ہے ـــ میرے قریب رہو۔ ان آخری لمحوں میں۔"

"میں تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا رہی ہوں بادل۔"

سیما نے اپنے شوہر سے کہا۔ پھر جاوید کی طرف مڑ کر بولی۔ "مگر جاوید اکیلا اس کے لیئے قصوروار نہیں ہے۔"

"نہیں ہے ؟" ڈاکٹر پارکنز نے دوہرایا۔

"ہاں۔" اس نے یہ تجربے اس لیئے کئے کہ میں اسے اکساتی رہی۔ اب کہو نا جاوید کتنے سالوں سے میں تمہیں ان تبدیلیوں کے لئے کہہ رہی تھی ؟

"نہیں۔" میں نے اپنی ذمہ داری پر یہ تبدیلیاں کیں اور ان تبدیلیوں کے لئے کلی طور پر میں ہی ذمہ دار ہوں۔"

"اس بات کا یقین نہ کرو ـــ میں نے جاوید سے کہا تھا۔ وہ روبو کو ایک روح عطا کر دے۔"

"یہاں روحوں کی کوئی بات نہیں ہو رہی ہے۔" بادل بولا۔ "خود جاوید مانتا ہے کہ اس نے روبو کے جسم میں چند ——— چند نفسیاتی اور جسمانی تبدیلیاں کیں۔ تاکہ ——— تاکہ وہ انسانوں کے کچھ قریب ہو سکیں ——— چند خفیف تبدیلیاں۔"

"لیکن تبدیلیاں بہت اہم ثابت ہوئیں۔" سیما بولی۔

"کیسے۔۔؟" بادل نے پوچھا۔

"میں نے سوچا ان تبدیلیوں کے بعد ان کے انسانی ساخت اور نفسیاتی سطح اس قسم کی ہو جائے گی کہ وہ ہمارے زیادہ قریب آ جائیں گے ——— اور جب قریب آ جائیں گے تو ہمیں بہتر طور پر سمجھ سکیں گے ——— اگر وہ انسان کی طرح سے ہو جائیں تو ان کے لئے نفرت کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔"

ڈاکٹر روبن ہائمر نے ایک تلخ ہنسی کے ساتھ کہا۔ "یہی تمہاری غلطی تھی۔ انسان سے زیادہ کوئی نفرت نہیں کر سکتا۔"

"یوں نہ کہو ڈاکٹر ہائمر ———" سیما لجاجت سے بولی۔

"مجھے ان نقلی انسانوں اور اصلی انسانوں کے درمیان مغائرت کی یہ دیوار بہت بری لگتی تھی ——— میں نے اس دیوار کو ڈھانا چاہا۔" اس لئے میں نے جاوید سے کہا۔"

"اور جاوید نے ویسا ہی کیا۔ جیسا تم نے کہا۔"

"ہاں ——— کیونکہ میں نے اس سے کہا تھا۔"

جاوید بولا۔ "نہیں یہ سچ نہیں ہے۔ میں نے اپنی خاطر اپنی خوشی کی خاطر یہ تجربے کئے۔ ساری ذمہ داری میری ہے۔"

"ذمہ داری میری ہے۔ میں جانتی تھی۔ جاوید مجھ سے انکار نہ کر سکے گا۔"

"کیوں؟" ڈاکٹر روبن ہائمر نے پوچھا۔

"میں جانتا ہوں۔" بادل بولا۔ "جاوید شروع ہی سے۔ پہلے دن ہی سے سیما سے محبت کرتا تھا۔ قسمت نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔"

ڈاکٹر پاٹل جوان سب سائینسدانوں سے معمر تھا بلکہ لگ بھگ مرحوم ڈاکٹر گھوش کی عمر کا تھا۔ اپنے صوفے سے اٹھ کر جاوید کے پاس گیا اور اس سے پوچھنے لگا۔ "جاوید کب سے تم نے یہ تجربے شروع کئے۔؟"

"کوئی تین سال ہو گئے۔"

ڈاکٹر روبن ہاٹمر بولا۔ "اپنی لیبارٹری میں تجربے کرنا کوئی گناہ نہیں ہے لیکن فیکٹری میں تجربے کرنا گناہ ہے۔ میں جانتا ہوں ڈاکٹر جاوید نے اپنی لیبارٹری میں ایک ایسی روبی تیار کی ہے جو ہو بہو سیما سے ملتی ہے مگر اس میں انسان کی سی زندگی اور روح نہیں آئی۔" میں نے اسے دیکھا ہے وہ ایسی لگتی ہے جیسے وہ خوابوں میں چل رہی ہو اور خلاؤں میں گھوم رہی ہو۔ اس کی آنکھیں غیر ارضی ہیں —— میں نے بھی اس کی لیبارٹری میں اس کے ارجن کو دیکھا ہے۔ خوب صورت انسان کا ارفع ترین نمونہ۔ مگر وہ سو رہا ہے کوئی ایسی دوا دی ہے ڈاکٹر جاوید نے اسے کہ وہ سات سال تک سوتا رہے گا۔ سات سال کے بعد کیا ہوگا۔ کون جانے؟"

"یہاں یہ فکر ہے کہ سات منٹ کے بعد کیا ہونے والا ہے۔" شیخ مقصود نے آہستہ سے کہا۔

ڈاکٹر پاٹل نے اپنی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر سوچا —— پھر جاوید سے پوچھا۔

"اور ایسے روبو —— یا ٹوبو تم نے کتنے بنائے ہیں۔؟"

"کوئی تین سو کے قریب ہوں گے —— یعنی ان دو کو چھوڑ کر جو میری لیبارٹری میں ہیں۔ باقی سب میں نے فیکٹری میں بنائے ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا۔" پاٹل سوچ سوچ کر بولا۔ "کہ کروڑوں کی تعداد میں چند سو روبو بدلے گئے ہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔"

"بلاشبہ اس تناسب سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔" ڈاکٹر روبن ہامٹر بولا۔ "مگر مصیبت کی بات تو روبو کی تعداد ہے۔"

"کیا —؟" پاٹل بولا۔

"تعداد — پروفیسر پاٹل ہم نے روبو اتنی تعداد میں دنیا بھر میں سپلائی کئے ہیں کہ ان کی تعداد ہر سال انسانوں کی تعداد سے بڑھتی چلی گئی ہے۔ اس کا نتیجہ اور کیا ہوتا۔ اگر یوں نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا۔"

"کیا تم مجھے ذمہ دار ٹھہرا رہے ہو۔" بادل نے بھڑک کر پوچھا۔

ڈاکٹر پارکنز نے بادل کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔ "شاید آپ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ فیکٹری کا انتظامیہ روبوں کو کنٹرول کرتا ہے، یہ غلط ہے۔ یہ روبو کی مانگ ہے جو سپلائی کو ہر سال بڑھاتی رہی ہے۔"

"اور اس بڑھتی ہوئی مانگ اور اسے پورا کرنے والی سپلائی کے چکر میں انسان کو خالی کرنا ہوگا۔" سیما نے نفرت اور تضحیک سے کہا۔

"کون مرنا چاہتا ہے۔" بادل نے سیما سے پوچھا۔ "ہم سب جلد سے جلد اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنے کی سوچ رہے ہیں۔"

"گیارہ ارب نو سو اکہتر روپے۔" بلونت لیجر بند کرتے ہوئے بولا۔

"ایک ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے۔"

"کہو!"

"چھوڑو بھی۔" پارکنز بیزاری سے بولا۔ "اب کوئی ترکیب کام نہیں کرے گی۔"

"مگر ہم کوشش تو کر سکتے ہیں۔" بلونت بولا۔ "میری ترکیب نہایت عمدہ

ہے ۔ مجھے اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں روبوں سے اس کے لئے بات چیت
شروع کرسکتا ہوں ۔"

" تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو چینچل اور جیگر کا ہوا ۔"

" ہوسکتا ہے ۔" بلونت بولا ۔" اور اگر میری ترکیب کامیاب رہی تو سب
کی جان بھی بچ سکتی ہے ۔"

" ایسی کون سی ترکیب ہے تمہاری ؟" بادل نے پوچھا ۔

بلونت بولا ۔" میں ان سے کہوں گا ۔ خوب صورت روبو، ذہین روبو ۔
آپ کے پاس سب کچھ ہے ۔ طاقت ہے ، ذہانت اور اب تمہارے پاس اسلحہ
بھی مگر ایک چھوٹی سی چیز کی کمی ہے ۔ کاغذ کے ایک پرزے کی ۔"

بادل خوشی سے اچھل کر کہنے لگا ۔" میرے مرحوم باپ کے بنائے ہوئے
فارمولے کی جو سیف میں بند ہے ۔"

" ہاں ۔" بلونت بولا ۔" اور میں ان سے کہوں گا ۔ روبو صاحبان اس
فارمولے کے اندر آپ کی تخلیق کا راز بند ہے اور اس کاغذ کے پرزے
کو حاصل کئے بغیر آپ لوگ اپنی تعداد میں ایک روبو کا بھی اضافہ نہیں
کرسکتے ـــــ اگلے تیس سال میں ایک روبو بھی زندہ نہیں رہے گا ۔ ذرا
سوچئے ـــــ ہمیں مار کر آپ کا اپنا حشر کیا ہو گا ۔ کیسا دردناک انجام
رہے گا آپ کا بھی ۔

اس لئے محترم روبو ۔ خواتین وحضرات کیا آپ مجھے سن رہے ہیں ؟
اگر آپ ہماری جاں بخشی کردیں ۔" بلونت کے چہرے پر اب اعتماد کی سرخی
آچکی تھی ۔

" اگر آپ ہماری جان بخشی کردیں اور ہمیں انتم جہاز پر کسی الگ تھلگ

جزیرے کی طرف صحیح و سلامت جانے دیں۔ تو ہم یہ فیکٹری۔ اس کا سارا ساز و سامان مع اس پراسرار فارمولے کے آپ کی بھینٹ کر دیں گے۔ بس یہی میری تجویز ہے۔ محترم روبو صاحبان ہماری زندگی بخش دو۔ اپنی تخلیق کا راز دریافت کر لو۔"

بادل بولا۔" بلونت کیا تم اسے مناسب سمجھتے ہو؟"

"ہاں" بلونت بولا۔" اگر یوں نہ ہوگا تو ہم سب کی جان جائے گی اور وہ ایک دن سیف کھول کر اس راز کو دریافت کر لیں گے۔"

بادل بولا۔" ہم اس فارمولے والے کاغذات کو پھاڑ بھی سکتے ہیں۔"

"تو ہم اپنی زندگی کی آخری امید سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔" بلونت نے جواب دیا۔

"اس جزیرے پر ہم لوگ تیس چالیس سے زیادہ نہ ہوں گے۔ فارمولا بیچ کر ممکن ہے اپنی جان بچا لیں مگر کب تک؟ فارمولے پر عمل کر کے وہ لوگ اپنی تعداد بڑھاتے جائیں گے اور آخر کو پھر ہماری پناہ گاہ پر حملہ کر کے ایک ہی وار میں ہم کو ختم کر دیں گے۔"

بادل بولا۔

بلونت نے ہنس کر کہا۔

"کون احمق انہیں مکمل فارمولے کے کاغذات حوالے کرے گا۔"

بادل نے کہا۔

"میں دھوکا دہی کے خلاف ہوں۔"

"تو ٹھیک ہے — بعد میں اپنے جزیرے پر سلامتی سے پہنچ کر انہیں باقی حصہ اس مسودے کا بھجوا دیں گے۔"

حساب کتاب یہ بیٹھتا ہے کہ میں گفت و شنید کرتا ہوں روبو مان جاتے ہیں ۔ ادھورا فارمولا ان کے حوالے کیا جاتا ہے ۔ ہم سب لوگ سلامتی سے جہاز پر روانہ ہوتے ہیں ۔ اس کے بعد میں خاموشی سے اپنے کیبن میں بند ہو کر اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیتا ہوں اور اس وقت ــــ اس وقت ۔ ۔ ۔"

اس وقت ، روبن ہائمر نے خوش ہو کر کہا ـــــ" اس وقت انتم جہاز کی توپوں کے دہانے اس فیکٹری کی طرف موڑ دیئے جائیں گے اور چند منٹ ہی میں یہ روبو بنانے والی دنیا کی واحد فیکٹری تباہ و برباد ہو جائے گی اور اس کے ساتھ ہی مرحوم گھوش کا مسودہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا ۔"

شیخ مقصود اٹھ کر کہنے لگا ۔

" میں اس تجویز کے خلاف ہوں ۔"

" تم بولو ڈاکٹر پارکنز ، تمہاری کیا رائے ہے ۔" بادل نے پوچھا ۔

" بیچ دو ۔ "

" تم ڈاکٹر روبن ہائمر ۔ ؟ "

" بیچ دو ۔ "

" آپ کیا کہتے ہیں ڈاکٹر پاٹل ۔ ؟ "

" انسانیت کے بچاؤ کے لئے اس مسودے کو بیچنا ہی پڑے گا ۔"

" کیسا خوفناک فیصلہ ہے ۔" بادل بولا ۔ مسودے دے کر ہم اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں اور اس طرح سے انسان کو بھی صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہونے سے بچا سکتے ہیں ۔ دوسری طرف اس بات کا ڈر ہے کہ روبو لوگ

اپنے عہد پر قائم نہ رہیں اور پیشتر اس کے کہ ہم انہیں تباہ کریں وہ ہمیں تباہ کر دیں۔"

"مگر اب دوسرا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔"

"ہاں۔ اب ایسا ہی کرنا ہوگا۔" بادل بولا۔

"مگر تم نے مجھ سے تو پوچھا ہی نہیں۔" سیما بادل سے کہنے لگی۔

بادل نے مسکرا کر سیما کی طرف دیکھا۔ کیونکہ اب اسے بلونت کی ترکیب پر یقین سا آ چلا تھا۔ وہ مسکرانے بلکہ تقریباً ہنستے ہوئے سیما کو اپنی باہوں میں لے کر چک پھیریاں لیتے ہوئے خوشی سے کہنے لگا۔

"حسینہ مان جائے گی۔ حسینہ مان جائے گی۔"

جب بادل سیف سے مسودہ لانے اندر چلا گیا تو سیما کو مضطرب دیکھ کر معمر ڈاکٹر پاٹل نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤ نہیں بیٹا سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"سمجھوتے کی بات چیت کون شروع کرے گا۔؟" ڈاکٹر پارکنز نے پوچھا۔

شیخ مقصود نے کہا۔ "وہ سلسلہ میں شروع کروں گا۔ روبوں کی ذہنیت کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

ڈاکٹر پارکنز نے بندرگاہ کی طرف کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"خدا کرے کسی طرح ان روبوں سے نجات مل جائے تاکہ ہم اصلی انسانی زندگی

کو باقی رکھ سکیں۔ چاہے دور دراز کے کسی ایک جزیرے پر ہی مگر ہم وہاں رہ کر
پھر سے زندگی شروع کر سکتے ہیں۔ تہہ خانے کی بند گھٹی ہوئی زندگی نہیں
بلکہ دھوپ، بارش، ہوا۔ سبزہ، بادل، آسمان اور پیروں میں آنے
والے سنگ ریزوں کو محسوس کرتے ہوئے ساحل پر کھلی فضا میں دوڑنے
والی زندگی۔ اس زندگی کے لئے میں کیا نہیں دے سکتا؟"

سیما کے گلے سے ایک سسکی سی نکلی۔ بولی۔ "ایسی باتیں اب مت کرو۔
بہت دیر ہو چکی ہے۔"

روبن ہلمر بولا۔

"نہیں مادام۔ زندگی شروع کرنے کے لئے کبھی دیر نہیں ہوتی۔ بس وہ لوگ
مان جائیں۔ ہمیں انتم جہاز پر جانے دیں۔ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔
میں خود اس جزیرے میں تمہارے لئے اپنے ہاتھوں سے ایک چوبی بنگلہ
بناؤں گا جس میں تم ایک ملکہ کی طرح رہ سکو گی۔"

"چپ ہو جاؤ ہلمر۔" سیما سسکتے ہوئے بولی۔

"اب پرانے خوابوں کو یاد مت کرو۔ بہت دیر ہو چکی ہے۔"

پائل بولا۔

"میرے لئے یوں بھی وقت کم رہ گیا ہے مگر میں ان وحشی روبوں کے
ہاتھوں مرنا نہیں چاہتا جن کی تخلیق ہم نے خود کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا
ہے کہ اونچی سطح کی زندگی نیچی سطح کی زندگی سے ہار گئی۔ خام مادے نے
زندگی کے پر پیچ عمل پر فتح پائی۔ دل نہیں مانتا۔"

"اور یہ چھوٹا سا جزیرہ" روبن ہلمر پھر دھیرے دھیرے وہی خواب
دیکھنے لگا۔ "وہ چھوٹا سا جزیرہ ہماری زندگی کے مستقبل کی زندگی کا مرکز ہوگا۔

ایک ایسی پناہ گاہ جہاں سے ہم چند سو سال کے بعد پھر سے اس دنیا کو فتح کر سکیں گے۔"

ڈاکٹر پارکنز بولا۔

"اس خطرناک مرحلے پر پہنچ کر بھی تمہیں اس مستقبل کا یقین ہے۔"

"ہاں۔" روبن ہائیر نے مضبوطی سے سر ہلا کر کہا۔

"اگر یہ روبو ہمیں جانے دیں اور میرا خیال ہے کہ وہ مان جائیں گے۔اس مسودے کے بغیر ان کی بقا بھی خطرے میں ہوگی۔

ڈاکٹر پارکنز کے چہرے پر بشاشت اور امید کی لہر دوڑنے لگی۔ بولا: "لگتا ہے سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

یکایک بادل تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔ وحشت آمیز لہجہ میں جس سے گہری مایوسی ٹپکتی تھی بولا: "مگر اس سیف میں مسودے کے کاغذات نہیں ملے۔ مسودہ غائب ہے؟۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" روبن ہائیر اور پاٹل دونوں ہی یکلخت بول پڑے۔ "اسی مضبوط سیف میں ہمیشہ رہتا تھا۔ ہمیشہ وہیں واپس رکھ دیا جاتا تھا۔ کل خود میں نے اسے دیکھا تھا تمہارے ساتھ۔۔۔۔۔ یاد ہے؟۔"

بادل نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "ضرور ان کمبخت روبوں نے اسے چرا لیا ہے۔ مجھے تو یہ سری دھرکی کارستانی معلوم ہوتی ہے۔"

"نہیں۔" سیما ہولناک لہجہ میں کہنے لگی۔ "اسے میں نے سیف سے نکال لیا تھا۔"

"تم نے؟" بادل حیرت زدہ ہو کے پوچھنے لگا۔

"ہاں۔ میں نے اسے چرا لیا تھا۔"

"تم نے کیا کیا اس کا۔؟" پاٹل گھبرا کر بولا۔ "کہاں رکھا ہے اسے ؟"

"آج صبح میں نے اسے نکال کے اس فارمولے کی دونوں نقلیں ایک اصل جو مرحوم ڈاکٹر گھوش کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ دوسرا جو اس کی نقل تھا۔ ان دونوں مسودوں کو میں نے بجلی کے آتشدان میں جلا دیا۔"

"جلا دیا — ؟ ہاں — ؟" بادل مایوسی سے چلا اٹھا اور آتشدان کی طرف بھاگا۔ ڈاکٹر پارکنز اور روبن ہاٹر بھی اس طرف تیز تیز قدموں سے گئے۔

بادل نے جلا ہوا ایک ٹکڑا اٹھا لیا اور پڑھنے لگا۔

جلے ہوئے کاغذ پر لکھا تھا۔ "فائیوحین کو جلانے سے . . . . . .

کاغذ کا جلا ہوا پرزہ بادل کے ہاتھ میں راکھ راکھ ہو گیا۔ بادل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"وہی ہے کیا ؟" شیخ مقصود نے آہستہ سے پوچھا۔

بادل نے سر جھکا کر کہا۔ "ہاں۔"

"او خدا۔" پارکنز کا سارا جسم کانپنے لگا۔

"مجھے معاف کر دو۔" سیما بادل کے پاؤں پر گر گئی۔

بادل بولا۔ "اب سب ختم ہے۔ اس جلے ہوئے مسودے کے ساتھ انسان کی آخری امید بھی جل گئی۔"

"مجھے معاف کر دو۔" سیما روتے ہوئے بولی: "مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کیا کر رہی ہوں -؟"

"اٹھو سیما —" بادل بولا۔ پھر جھک کر آہستہ سے سیما کو اپنے قدموں سے اٹھانے لگا اور ڈاکٹر پاٹل سے بولا۔ "کیا آپ کو وہ فارمولا زبانی یاد ہے۔"

"ناممکن۔" ڈاکٹر پاٹل بولا: "وہ تو مسودے پر لکھا ہوا تھا۔ نت نئے تجربے ہوتے رہتے تھے۔ جب بھی ہر روز اس مسودے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس قدر پیچیدہ ترکیب ہے۔"

"کچھ حصے تو مجھے یاد ہیں۔" جاوید ملک کہنے لگا: "مگر پورے فارمولے کو پھر سے ازبر کرنے کے لئے کئی تجربے پھر سے کرنے پڑیں گے جن پر کئی برس ضائع ہوں گے۔"

"یہاں برس کی مہلت کس کے پاس ہے۔ چند منٹ باقی ہیں۔"

"ناممکن! ناممکن!! ڈاکٹر روبن ہائیمر سر ہلاتے ہوئے بولا: "میں اپنے کام کو تو شاید کسی نہ کسی طرح دہرا سکوں گا۔ مگر باقی ماندہ کام کون کرے گا؟"

"مگر باقی کام۔؟"

بادل نے پوچھا۔

"تم خود سمجھ سکتے ہو۔" جاوید ملک نے بادل سے کہا: "کئی سال کے تجربے درکار ہوں گے۔"

"اور ان تجربوں کے بغیر تمام فارمولے کی مختلف پیچیدہ کڑیوں کو جوڑنا ناممکن ہو گا۔" —— ڈاکٹر پارکنز نے سر ہلا کے کہا۔

"سب چوپٹ ہو گیا۔"

شیخ مقصود نے آتشدان سے ایک مٹھی راکھ اٹھا کر کہا —" تو انسانی ذہن کی ہزاروں برس کی معراج یہی تھی کیا؟ —— ایک مٹھی راکھ۔"

"میں نے کیا کر دیا۔" سیما ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔

"تم نے اسے جلا کیوں دیا۔؟" بادل نے پوچھا۔

"میں نے تم سب کو تباہ کر دیا۔" سیما ہاتھ ملتے ہوئے کہتی گئی۔

بادل کے لہجہ میں کسی قدر تلخی آگئی "مگر ڈارلنگ ... . تم نے ایسا کیوں کیا - ؟"

"میں چاہتی تھی کہ ہم سب لوگ یہاں سے چلے جائیں۔ میں اس تہہ خانے اس مٹی — اس فیکٹری کو ایک دم ختم کر دینا چاہتی تھی تاکہ ہمارے لئے یہاں سے جانے کے سوا اور کوئی راستہ نہ رہ جائے۔"

"مگر آخر کیوں بیٹا ———" ڈاکٹر باٹل بولے ——— "ایسا تم نے کیوں کیا - ؟"

"بچے پیدا نہیں ہو رہے تھے۔ انسان نے اپنے ہاتھ سے کام کرنا بند کر دیا تھا — وہ خود اپنے خاتمے کو قریب لا رہا تھا۔ اس لئے میں نے سوچا — میں نے سوچا۔"

"ایک طرح سے تم نے ٹھیک ہی سوچا" روبن ہامر بولا۔

شیخ مقصود نے کہا "بالکل پتے کی بات کہی ہے سیما نے — گو اس کا طریق کار غلط تھا — میرے خیال میں — میرے خیال میں بس ایک طریقہ رہ گیا ہے۔" سب خاموشی سے شیخ مقصود کا منہ دیکھنے لگے۔

"ٹاور —" شیخ مقصود نے سب کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ٹاور کیا - ؟"

"بادل اور سیما ٹاور میں چلے جائیں گے۔"

"وہاں جا کر وہ کب تک محفوظ رہیں گے - ؟"

"میں حفاظت کی بات نہیں کرتا ہوں۔ زندگی کو پھر سے شروع کرنے کی بات کرتا ہوں۔"

"تم پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟" روبن ہامر بولا "یہ دونوں اس وقت

ٹاور میں جاکر کتنے گھنٹے زندہ رہیں گے۔"

اس سمے سب پاگل ہو گئے ہیں۔ ہر شخص اپنی زندگی بچانے کی سوچ رہا ہے کوئی انسانیت بچانے کی نہیں سوچتا۔" شیخ مقصود کے لہجہ میں شکایت تھی۔

"میں ٹاور میں ان دونوں میاں بیوی کو اس لئے بھیجنا چاہتا ہوں کہ ٹاور کی چھت پر ایک ہیلی کاپٹر ہے جو ان دونوں کو یہاں سے اڑا لے جا سکتا ہے۔"

"اور وہ دو انسان کون ہوں گے؟"

روبن ہائمر نے پوچھا۔

"سوال یہ نہیں ہے۔"

شیخ مقصود بولا۔ "کہ وہ دو انسان کون ہوں گے بلکہ کون سے ہونے چاہئیں —— اگر سیما اور بادل اس ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر یہاں سے کسی طرح پرواز کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ انسانی نسل پھر سے شروع ہو سکتی ہے۔ کسی ایک نئے مقام پر۔ کسی ایک جزیرے پر۔"

"مگر میں آپ لوگوں کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤں گا۔" بادل نے سختی سے کہا۔

"نہیں جاؤں گی۔"

"اس وقت جذبات سے کام نہ لو بادل۔" ڈاکٹر روبن ہائمر سر ہلاتے ہوئے بولا۔ "مجھے شیخ مقصود کی ترکیب پسند آئی ہے۔ ورنہ ہم سب کا خاتمہ یقینی ہے اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے ہم تم دونوں کو انسانی نسل کو پھر سے شروع کرنے کا مقدس کام سونپتے ہیں۔"

"تمہیں جانا ہوگا۔" ڈاکٹر پارکنز بولا۔

"بلا شبہ تم دونوں کو جانا ہوگا۔" ڈاکٹر جاوید ملک نے اٹھ کر فیصلہ کن لہجے

میں کہا — ۔

"نہیں نہیں ۔" بادل بولا — "میں اپنے حلیفوں سے اپنے ساتھیوں سے غداری نہیں کروں گا — "

"اگر نہیں جاؤ گے ۔" شیخ مقصود نے چلا کر کہا ۔ "تو انسانیت سے غداری کرو گے — "

"تمہیں جانا ہو گا — اور ابھی — " بلونت سنگھ آگے بڑھتے ہوئے بولا ۔ "ورنہ ہم تم دونوں کو دھکیل کر ٹاور تک پہنچا کے اسے باہر سے بند کر دیں گے — "

ڈاکٹر پاٹل نے کہا — "یہ ہم سب کا متفقہ فیصلہ ہے ۔"

"انسانیت کی بقا کے لئے مان جاؤ بادل — "

بادل کا سر جھک گیا —

"آؤ سیما — " اس نے سیما کا ہاتھ پکڑ کے کہا ۔

سیما کا سر جھک گیا ۔ وہ کسی سے آنکھ نہ ملا سکی ۔

سر جھکا کے بادل اور سیما اندر کی سیڑھیوں کی طرف بڑھتے گئے جو ٹاور کے اوپر کی طرف جاتی تھیں ۔

ڈاکٹر روبن ہائیمر ۔ ڈاکٹر جاوید ملک ۔ ڈاکٹر پارکنز، شیخ مقصود ڈاکٹر پاٹل اور بلونت سنگھ انہیں خاموشی سے جاتے ہوئے دیکھتے رہے ۔

اوپر جانے کے لئے بادل نے ٹاور کا آہنی دروازہ کھولا ۔ یکایک وہ اور سیما دونوں کی نگاہیں پلٹ کر اپنے ساتھیوں پر پڑیں —

سب مسکرا کر اور ہاتھ ہلا کر انہیں الوداع کہہ رہے تھے ۔

وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے سیڑھیاں چڑھنے لگے ۔

"کچھ یاد ہے۔" بادل بولا "ان ہی سیڑھیوں پر ہماری محبت کا پہلا لمحہ شروع ہوا تھا۔"

سیما کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

وہ سیڑھیاں چڑھتی جاتی تھی اور آنسو پونچھتی جاتی تھی۔

بادل اپنے دل کو سمجھانے لگا۔ اور سیما کو بھی۔ فیصلہ مشکل تھا۔ مگر صحیح بھی تھا۔ سیما پھر بھی چپ رہی۔ بہت دیر کے بعد آہستہ سے بولی۔

"میں بس یہی سوچتی ہوں۔ اگر میں نے وہ مسودہ نہ جلایا ہوتا تو ممکن ہے روبوں کے ساتھ سمجھوتہ ہو جاتا ــــ وہ لوگ ہمیں آسانی سے ایٹم جہاز پر جانے دیتے۔ میں۔ میں ــــ اپنے ساتھیوں کی قاتل ہوں۔"

"نہیں نہیں تم اپنے طور پر ٹھیک سوچ رہی تھیں۔ بدقسمتی سے مسودہ جلنے اور روبوں کی بغاوت کرنے کا ایک ہی دن نکل آیا۔ اسی سے سب گڑبڑ ہو گئی۔"

بادل اسے سمجھاتے ہوئے بولا ــــ "کیا تم ساری سیڑھیاں چڑھ سکو گی؟"

"کوشش تو کروں گی ــــ لیکن ــــ"

"لیکن اگر نہ چڑھ سکیں تو ــــ؟"

"تو تمہارے بازو تو ہیں۔" سیما نے آنسوؤں کے درمیان مسکرا کر کہا۔

بادل نے ایک لمحے کے لئے سیما کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ مگر سیما اس سے منہ پھیر کے بولی۔ "جلدی اوپر چلو وقت بہت کم ہے۔"

بادل سیما کو لے کر تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

پچیس تیس سیڑھیاں چڑھ کر سیما ہانپنے لگی۔ رک گئی۔ بولی۔

"ٹھہر جاؤ ــــ"

"ٹھہرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔"

"مجھ سے چلا نہیں جاتا۔"

"کوشش کرو۔"

"نہیں چلا جاتا۔"

بادل نے بیما کو اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا اور اپنی روح کی پوری قوت سے اسی تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔

بیس اور سیڑھیاں اوپر چڑھ کے وہ بھی ہانپنے لگا۔

"آؤ چند لمحوں کے لئے سستا لیں۔"

وہ دونوں سیڑھیوں پر بیٹھ گئے اور دونوں اوپر جاتی ہوئی پر پیچ سیڑھیوں کو دیکھنے لگے۔

بیما نے نادر کے اوپر کے دروازے تک کی سیڑھیاں گنتے ہوئے کسی قدر ناامیدی سے کہا ــــ "ابھی پچاس سیڑھیاں باقی ہیں۔"

ڈاکٹر پارکنز مغربی کھڑکی پر دوربین جمائے کھڑا تھا — ہیلی کا پٹر کی پرواز دیکھنے کے لئے۔

یکایک بلونت سنگھ چلا اٹھا — "ساٹھ ارب دس کروڑ تیس لاکھ نو ہزار آٹھ سو بہتر روپے —"

"ابھی تک فیکٹری کا منافع گن رہے ہو۔"

بلونت سنگھ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "ایک رقم ہوتی ہے۔ ایک بہت بڑی رقم ہوتی ہے۔ میرے خیال میں وہ اس سے آدھے پر فیصلہ کرلیں گے۔"

"کیا — ؟" ڈاکٹر پاٹل نے پوچھا۔

"میں جاتا ہوں۔"

بلونت سنگھ نوٹوں کی گڈیاں سجانے لگا۔ ایک بکسے میں بند کرنے لگا۔

"پاگل ہوئے ہو۔" ڈاکٹر پارکنز بولا — "روبو روپے کی پرواہ نہیں کرتے۔ انہوں نے آج تک کبھی روپیہ نہیں دیکھا۔ کبھی تنخواہ نہیں لی۔"

"رکو بلونت —" جاوید بولا — "مت جاؤ —"

"مجھے جانے دو —" بلونت جاوید کے ہاتھ جھٹک کر بولا —

"اس سے چوتھائی رقم پر فیصلہ ہو سکتا ہے۔ ہم سب کی جان بچ سکتی ہے۔"

"ہیلی کا پٹر اب تک نہیں اڑا —" ڈاکٹر پارکنز بولا —

روبن ہائمر بیزاری سے چلایا ۔۔ " وہ ابھی تک ٹاور کے اندر بھی نہ پہنچے ہوں گے ۔"

ڈاکٹر پاٹل نے دوسری کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

" جانے یہ روبو لوگ کس کا انتظار کر رہے ہیں ۔ بنگلے سے ہٹ کر پرے کے پرے باندھے ہوئے کھڑے ہیں جیسے پتھر کے بت ۔ کوئی ہلتا نہیں ۔ کوئی بات نہیں کرتا ۔ کوئی نعرے نہیں لگاتا ۔۔"

" وہ سب سے آگے کون کھڑا ہے ۔ ؟ "

" وہی جس کی جان بخشی سیما نے کی تھی ۔"

" سری دھر ۔۔ ؟ "

" وہی ۔۔ " شیخ مقصود انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا ۔ آج صبح اس کو میں نے بندرگاہ پر روبو جہازیوں سے بات کرتے دیکھا تھا ۔

" ڈاکٹر روبن ہائمر اندر ایک کمرے میں گیا ۔ چند منٹ کے بعد ایک رائفل اٹھائے ہوئے واپس آیا ۔ اور ڈاکٹر پاٹل والی کھڑکی میں جاکر بولا ۔۔ " کہاں ہے وہ باغی ؟ "

ڈاکٹر پاٹل اشارہ کرتے ہوئے بولا ۔۔ " وہ رہا ۔۔"

روبن ہائمر نشانہ باندھنے لگا ۔ ڈاکٹر پارکنز نے روبن ہائمر کا ہاتھ پکڑ کر جلدی سے کہا ۔ " اسے مت مارو ۔۔ میں دوربین سے دیکھ رہا ہوں ۔ بلونت سنگھ دوڑتا ہوا سری دھر کی سمت جا رہا ہے ۔ اسے مت مارو دیکھو کیا بات چیت ہوتی ہے ۔۔"

ڈاکٹر روبن ہائمر نے رائفل نیچی کر لی ۔

ایک لمبی سانس لے کر یاڈل نے ٹاور کے اندر پہنچ کر ایک خوبصورت گھڑی

کی طرح سیما کو ایک پھولوں سے لدے گملے کے پاس لیجا کر چھوڑ دیا۔
ہلکے ہرے کانچ کی بند کھڑکیوں سے آسمان دکھائی دیتا تھا اور سمندر میں کھڑا ایٹم جہاز۔ جس کی توپوں کے دہانے فیکٹری کی طرف مڑے ہوئے تھے۔
"کچھ یاد ہے۔" سیما سب بھول گئی۔ اس کی نگاہوں میں محبت کا پہلا دن تھا۔ محبت کا پہلا بوسہ۔ اور محبت کا پہلا پھول۔
بادل نے مسکرا کر گملے سے ایک بڑا پیلے رنگ کا گلاب توڑ کر سیما کے بالوں میں لگا دیا۔ پھر جھک کے اس نے آہستہ سے سیما کے ہونٹ چوم لئے۔
سیما بولی۔ "ہیلی کاپٹر پر بیٹھ کر ہم کہاں جائیں گے۔؟"
"کسی غیر آباد جزیرے کو تلاش کریں گے۔"
"پھر۔؟"
"پھر تم بتاؤ۔"
"تم میرے لئے ایک چوبی کاٹیج بناؤ گے۔" سیما بولی۔
"ہمارا گھر۔"
"پہلا انسانی گھر۔" بادل نے کہا۔
"اور میں تمہیں بچے دوں گی۔ ایک درجن بچے دوں گی۔" سیما نے فخر یہ کہا۔
"ہاں اس جزیرے میں ہم اپنے گناہوں کی تلافی کریں گے۔"
"اور انسان کا مستقبل پھر سے شروع ہوگا۔"
بادل نے ایک دیوار کے ایک کونے میں جاکر ایک سوئچ کو دبایا۔ دھیرے دھیرے ٹاور کی کانچ کی چھت کے پٹ کھلنے لگے۔ اور پھر ایک زینہ دھیرے دھیرے نیچے اترنے لگا۔

جب زینہ ٹاور کے فرش سے لگ گیا تو بادل نے یسما کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

آؤ اوپر چلیں۔ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو جائیں۔"

روبن ہامر نے ڈاکٹر پارکنز سے کہا۔" آپ لوگوں نے بیکار میں مجھے روک دیا۔ میں سری دھر جو بغاوت کا سرغنہ ہے، اس کی جان تو لے لیتا ——— آپ نے مجھے روک دیا کہ کیا یہ سمجھ کر کہ روبو کبھی بھی انسان کا شکر گزار ہو سکتا ہے ———۔

"تمہیں اس لئے روکا گیا ہے کہ بلونت سری دھر سے معاملہ کرنے گیا ہے۔" ڈاکٹر پاٹل بولے۔

"وہ بکسے میں نوٹ بھر کے لے گیا ہے۔" شیخ مقصود بولا۔" بکسا اس کی بغل میں ہے ——۔"

ڈاکٹر پارکنز دوربین سے دیکھتا ہوا بولا۔" وہ بھاری بکسا اٹھائے ہوئے اس وقت سری دھر کے پاس پہنچ چکا ہے —— اور بکسا کھول کر اسے نوٹ دکھا رہا ہے —— جو کئی کروڑ کی مالیت کے ہوں گے۔"

"کیا اس ترکیب سے وہ اپنی جان بچالے گا ——؟"

شیخ مقصود نے احتجاج کیا ——" بلونت اس طرح کا انسان نہیں ہے۔ کہ صرف اپنی جان بچالے ——۔ یا تو وہ بچاؤ تاؤ کر کے سب کی جان بچالے گا۔ ورنہ واپس چلا آئے گا۔"

"سری دھر انکار میں سر ہلا رہا ہے ——"

"بلونت نوٹوں کی گڈیاں اٹھا کر دکھا رہا ہے ——"

"سری دھر پلٹ کر اپنے روبوں ساتھیوں سے کچھ کہہ رہا ہے۔" ڈاکٹر پارکنز کی کامنٹری چل رہی تھی۔

"یہ لو وہ سب کے سب آہنی جنگلے پر پل پڑے۔ بجلی کے کرنٹ نے سینکڑوں کو بھون کر رکھ دیا ہے مگر وہ آہنی جنگلہ روبوں کی یلغار سے ایک سوکھی لکڑی کی طرح چٹخ کر ٹوٹ گیا ہے ـــــ روبو ہزاروں کی تعداد میں اندر آرہے ہیں اپنے روبو ساتھیوں کی لاشوں کو روندتے ہوئے۔ بلونت ان میں گھر گیا ہے۔ میں دیکھ نہیں سکتا اب کیا ہو رہا ہے۔

اتنے روبو بلونت کے گرد جمع ہیں۔ وہ سب بلونت کو چھوڑ کر بجلی گھر کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ بلونت مردہ پڑا ہے۔ اس کی لاش کچل دی گئی ہے پاؤں سے روند ڈالی گئی ہے کھلے پنجے سے ہزاروں نوٹ خزاں کے پتوں کی طرح ہوا میں اڑ رہے ہیں ـــــ انسان کا آخری منافع۔"

"یہ شور سنتے ہو ـــ؟" روبن ہامر نے پارکنز سے کہا۔

"ہاں ـ" دوربین ہٹا کر پارکنز نے پلٹتے ہوئے کہا ـــــ "جیسے طوفان آرہا ہو ـــ"

شیخ مقصود نے ادھر ادھر کمرے کے روشن قمقموں کو دیکھ کر کہا۔

"بجلی گھر پر ابھی تک ہمارا قبضہ ہے ـــ ہمارے کمرے کی بتیاں روشن ہیں۔"

یکایک جاوید کو کچھ یاد آیا ـ "مجھے ارجن کو ایک انجکشن دینا ہوگا۔"

"کیا اب بھی تم اپنا تجربہ نہیں بھولے ہو ـــ؟" روبن ہامر نے طنزاً کہا۔

جاوید نے کہا ـــ "انسان ختم ہو جائے مگر سائنس ختم نہیں ہوگی۔"

جاوید نے ذرا رک کر کہا ـــ پھر آہستہ سے بولا ـــ "میں ابھی آتا ہوں۔"

ڈاکٹر پاٹل نے کہا "انسان کے بغیر سائنس بھی بے کار ہے۔"

شیخ مقصود بولا ـــ "انسان عظیم تھا جب تک وہ صفحہ ہستی پر رہا

عظیم ہی رہا ۔" شیخ مقصود نے اپنے قریب کے ٹیبل لیمپ کو روشن کر دیا جس پر ہرے رنگ کا شیڈ تھا۔ سب اس ہرے رنگ کے شیڈ سے چھن کر آتی ہوئی روشنی کو دیکھنے لگے۔

"یہ روشنی ہماری آخری امید ہے ۔" روبن ہائمر بولا۔

"ہماری آخری امید ۔" ڈاکٹر پارکنز نے کہا۔

"ہماری قوت" ڈاکٹر پاٹل بولا۔

شیخ مقصود نے جذباتی ہوکے کہا "یہ روشنی جو انسان نے پیدا کی ہے اور جسے وہ نسل بر نسل اپنے بچوں کو دیتا آیا ہے۔ عہد در عہد . . . یہ روشنی ۔"

یکایک ٹیبل لیمپ بجھ گیا۔

"اے خدا . . . پارکنز مغربی کھڑکی میں کھڑا دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا ؟" شیخ مقصود نے پوچھا۔

"بجلی گھر پر روبوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ کمرے کی ساری بتیاں بجھ گئی ہیں ۔ روبو ہماری طرف بڑھتے چلے آرہے ہیں۔ ان کا ہر قدم ہماری موت کی طرف ہے۔" روبن ہائمر نے رائفل ٹھیک کرتے ہوئے کہا ۔" سامان کو دروازے پر رکھ کر بیری کیڈ بنا دو ۔ جلدی کرو ۔ انسان کی جد و جہد موت کے وقت بھی جاری رہے گی۔"

"اے خدا . . ." پارکنز نے پھر کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا ؟" ڈاکٹر پاٹل نے بے چینی سے پوچھا۔

"اے خدا انہیں سلامت رکھ ۔" پارکنز دھیمے لہجے میں بولا۔ "ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کر رہا ہے۔ میں سیما اور بادل کو دیکھ رہا ہوں۔"

یکایک شیخ مقصود فرش پر دو زانوں ہو کر دعا مانگنے لگا۔

" ذرا دور بین مجھے تو دینا —" روبن ہائیمر کی آواز میں مسرت تھی۔ اگر سما اور بادل بھاگ گئے ہیں کامیاب ہو جاتے ہیں تو ہماری موت بھی انسان کی جیت میں بدل سکتی ہے۔ ہیلی کاپٹر اونچا ہو رہا ہے۔ اونچا ہو رہا ہے۔ وہ اس وقت انتم جہاز کے اوپر جا رہا ہے میرے خدا۔"

روبن ہائمر یکایک رک گیا۔

" کیا ہوا —؟

روبن ہائیمر چپ ہو گیا۔

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

پھر ایک ساتھ گھری گھن گرج جیسے ایک ساتھ بہت سی توپیں چل گئی ہوں۔

روبن ہائیمر کے ہاتھ سے دور بین چھوٹ کر نیچے گر پڑی۔

" اینٹی ایر کرافٹ گن سے ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑا دیئے ہیں — اس کے ٹکڑے سمندر میں گر رہے ہیں —"

روبن ہائیمر نے آنکھیں بند کر لیں۔

اس کے سب ساتھیوں کے سر جھک گئے۔

سات سال گزر گئے ۔

زمین پر اور چاند پر انسانی نسل نیست و نابود ہو گئی تھی ۔ انسان کی شکست میں چاند نے بہت بڑا حصہ لیا تھا ۔ کیونکہ چاند پر جتنے خلائی اسٹیشن تھے ۔ سب پر انسانوں نے صرف روبو تعینات کر رکھے تھے جنہوں نے روبو کی بین الاقوامی لیگ کے ایک اشارے پر چاند سے ایسی بمباری کی کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے شہر ملیامیٹ کر دیئے ۔ پھر زمین پر جتنے روبو مینو فیکچر کئے گئے تھے ۔ انہوں نے چن چن کر کرۂ ارض کے ہر خطے سے انسانوں کو مار ڈالا ۔

اب زمین پر انسانوں کا کہیں وجود نہ تھا ۔ جزیرہ انڈیمان کی روبو فیکٹری ویران پڑی تھی ۔ سوائے ڈاکٹر جاوید کی لیبارٹری میں کسی نہ کسی طرح سے پھر سے روبو بنانے کا فارمولا جس کے کچھ حصوں سے وہ واقف تھا اسے مکمل کر سکے ۔ اس کے لئے پروفیسر جاوید ملک کی جان بخش دی گئی تھی اور وہ سات سال سے اپنے تجربوں میں مصروف تھا مگر اب تک روبو بنانے میں ناکام رہا تھا ۔

روبو میں چند نفسیاتی اور جسمانی تبدیلیاں کر کے اس نے جو روبو لڑکی سیما نام کی بنائی تھی ۔ وہ ابھی تک اپنے خوابوں میں گم تھی ۔ یوں جاوید کے

کہنے پر وہ سب کام کرتی تھی مگر جیسے اس کا دل ان کاموں میں نہ ہو۔ بلون وہ دو وقت کھانا پکاتی تھی۔ کیونکہ وہ پہلی ٹوبلو تھی جسے ڈاکٹر جاوید ملک نے معدہ بھی لگا دیا تھا مگر ایسے کھاتی تھی جیسے اسے بھوک نہ ہو — اسے اس دنیا کے کسی کام میں دلچسپی نہ تھی۔ جاوید ملک نے اسے عورت کی جنس بھی عطا کر دی تھی۔ مگر وہ اپنی جنس کی طرف سے مکمل طور پر بے پرواہ تھی۔

ڈبولڑکی کی چند تجرباتی خامیوں کو دیکھتے ہوئے جاوید نے اپنے مزید تجربے جاری رکھتے ہوئے ارجن نام کا ایک اور مرد بھی بنایا تھا مگر اس میں اس نے ایک خوبصورت مرد کی ساری صفات پیدا کرنی چاہی تھیں۔

مگر ارجن سات سال سے سو رہا تھا۔ جاوید پچھلے دو سال سے اسے جگانے کے لئے انجکشن دے رہا تھا مگر ارجن کسی طرح جگایا نہ جا سکا۔ اس کے سانس کی آمد و رفت جاری تھی۔ اس کا دل بھی دھڑکتا تھا۔ مگر گزشتہ سات سال سے وہ سو رہا تھا۔

جاوید نے اپنے بیڈ روم سے ملحق ایک کمرے میں اسے ایک آراستہ بستر پر رکھا تھا اور یہاں پر وہ مختلف طریقوں سے اسے جگانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ مگر ہر بار ناکام رہتا تھا۔ وہ ہمیشہ ارجن کو تالے میں رکھتا تھا اور کسی روبو یا ڈبو لڑکی کو جس کا نام اس نے مرحومہ سیما کی یاد میں ہی رکھا تھا۔ اسے بھی معلوم نہ تھا کہ اس کمرے میں کیا ہے جس پر ہر وقت تالہ پڑا رہتا ہے۔ دوسرے روبو یہ سوچتے تھے کہ اس کمرے میں جاوید کوئی خاص تجربے کر رہا ہے روبو بنانے کے لئے۔

لیکن روبو کا بنیادی ڈھانچہ ان سات سالوں میں جاوید تیار نہ کر سکا۔ روبو کر سکے کہ وہ اس میں مناسب تبدیلیاں کر سکتا تھا۔ مگر روبوں کی تخلیق کر سکا تھا۔

اس دوران میں روبو دھڑا دھڑ مر رہے تھے اور نئے روبو فیکٹری سے وجود میں نہیں آ رہے تھے۔ اس لئے کرّہ ارض پر روبو کی آبادی ہر روز کم ہوتی جا رہی تھی۔

انسان کا وجود ختم ہو چکا تھا۔ مگر اب روبو کا وجود بھی کرّہ ارض سے مٹنے والا تھا۔

جاوید یہی سوچ کر پریشان ہوتا تھا کہ اگر روبو بھی صفحۂ ہستی سے مٹ گیا تو ہماری زمین مکمل ویرانہ بن جائے گی۔

جاوید اپنی لیبارٹری میں سائنس کی ایک کتاب کھولے کھڑکی سے باہر دیکھنے اور دیکھنے سے زیادہ سوچنے میں مصروف تھا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

"اے خدا کیا میں کچھ معلوم نہ کر سکوں گا۔ مرحوم گھوش۔ پاٹل، روبن ہائیز اور پارکنز کا فارمولا۔ جس پر اتنے سائنس دانوں نے کام کر کے اسے مکمل کیا تھا۔ جس میں میرا بھی حصہ تھا مگر اتنی کوششوں پر پورا روبو میں نہیں بنا سکتا۔ ٹکڑے ٹکڑے بنتے ہیں ٹوٹ جاتے ہیں کیا روبو بنانے کا راز کبھی مجھ پر منکشف نہ ہو گا۔

اے خدا۔ اگر انسان نہ رہے تو کم سے کم روبو ہی اس دنیا کو اپنا

ممکن بنا سکیں روبوجو انسان کا سایہ ہے ۔ انسان نہ سہی اس کا سایہ ہی سہی ——

مجھے نیند آرہی ہے مگر مجھے سونا نہ چاہیئے ۔ مجھے کام کرنا چاہیئے ۔ بارہ گھنٹے کام ، چودہ گھنٹے کا —— اٹھارہ گھنٹے تجربے کرنا چاہیئے ۔ مجھے روبو کا فارمولا ضرور تلاش کرنا ہوگا ۔

جاوید نے دو چار ٹسٹ ٹیوبوں کو ملا کر دیکھا ۔ پھر بے دلی اور بیزاری سے سر جھکا لیا —— اور کتاب کے صفحے پلٹنے میں مصروف ہو گیا ——

اتنے میں دروازے پر کھٹکا ہوا ۔

جاوید بولا —— " اندر آجاؤ —— "

ایک ملازم روبو داخل ہوا —— مودبانہ جھک کر کہنے لگا ۔ مالک باہر روبوں کی ایک کمیٹی کھڑی ہے وہ لوگ آپ سے ملنے کے لئے آئے ہیں ۔ "

" بس —— میرے پاس کسی سے ملنے ملاقات کرنے کا وقت نہیں ہے ۔ "

" وہ لوگ کوئی معمولی لوگ نہیں ہیں ماسٹر ۔ " ملازم سر جھکا کر بولا ۔ " روبوں کی مرکزی کمیٹی آپ سے انٹرویو چاہتی ہے ۔ وہ لوگ ابھی پیرس سے آئے ہیں —— "

" ٹھیک ہے ۔ " جاوید بولا —— " انہیں اندر بھیج دو —— " اور جب ملازم باہر نکلا تو ٹیسٹ ٹیوبوں کو ہلا ہلا کر کہنے لگا —— " اتنا وقت ضائع ہو گیا اور بہت کم کام ہوا ہے ۔ "

اتنے میں مرکزی کمیٹی کے سات افراد جو پیرس سے آئے تھے اندر آگئے اور سری دھر کی قیادت میں جاوید کے سامنے آکے کھڑے ہو گئے مگر اب ان کے طور طریقے سلوک لہجہ حاکمانہ نہ تھا ۔ وہ ایک عجیب

بے بسی کے انداز میں اس کے سامنے کھڑے تھے۔
جاوید نے کسی قدر تلخی سے کہا۔" آپ لوگوں کو جو کام ہے جلدی سے کہہ ڈالیے میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"
پہلے چند لمحے تو خاموشی رہی۔ پھر ایک روبو ایک قدم آگے بڑھکر کہنے لگا:"
ماسٹر ہم لوگوں نے پوری کوشش کر ڈالی ہے۔ ہم لوگوں نے زمین سے اتنا کوئلہ۔ اتنا پٹرول۔ اتنا لوہا، نکال لیا ہے جو اگلی سات نسلوں کے لئے کافی ہوگا۔
اتنا کپڑا بنا لیا ہے کہ ہر شخص اپنے لئے دو درجن سوٹ بنا سکتا ہے۔ ہر شئے کی فراوانی ہے۔ سات سالوں میں ہم نے اتنا کر لیا ہے جتنا انسان سات سو سالوں میں بھی نہ کر سکتا۔
" مگر کس کے لئے —؟" جاوید نے پوچھا۔
" اگلی نسلوں کے لئے —" سری دھر نے جواب دیا۔" ایسا ہم نے سوچا تھا مگر ہم اپنی تخلیق خود اپنے آپ نہیں کر سکتے۔ جیسے انسان کرتے ہیں۔ اس لئے روبو پیدا نہیں ہو رہے ہیں۔ روبو کے لئے جو خام مادہ رکھا ہوا ہے فیکٹری میں۔ اسے جب مشین میں ڈالتے ہیں تو بے شکل لوتھ تیار ہوتی ہے۔ جلد گوشت سے نہیں جڑتی۔ گوشت ہڈیوں سے پیوست نہیں ہوتا۔"
" جانے کس شئے کی کمی ہے۔" دوسرا روبو بولا۔
" تیسرے روبو نے کہا:" اس سال ایک کروڑ دس لاکھ روبو مر گئے یعنی گھس کر ختم ہو گئے۔"
پانچواں بولا —" اس طرح اگلے بیس پچیس سال میں ایک روبو بھی

زندہ نہیں رہے گا۔"

پہلے روبو نے ملتجیانہ انداز میں جاوید سے کہا "ہمیں زندگی کا راز بتادو ۔"

سری دھر نے دھمکی دی ۔" اور خاموش رہنے کی سزا موت ہے۔"

"تو مجھے مار ڈالو۔ جس طرح تم نے دوسرے انسانوں کو مار ڈالا۔ جس طرح تم نے اس فیکٹری کے سائنسدانوں کو ختم کیا ۔ اسی طرح مجھے بھی ختم کردو ۔"

" اس کرۂ ارض پر روبوں کی حکومت تم سے مطالبہ کرتی ہے کہ تم ہمیں مرحوم پروفیسر گھوش کا فارمولا بتادو اور اپنی قیمت بھی بتادو۔ ہم تمہیں اس کرۂ ارض کی ساری دولت بخش دیں گے۔ تم اپنی شرطیں بتادو ۔" سری دھر نے پوچھا۔

جاوید نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا ۔ "میں تم سے کہہ چکا ہوں جاؤ اور کہیں سے انسان کی تلاش کرو۔"

"کوئی کہیں پر باقی نہیں رہا۔" چوتھا بولا۔

سری دھر نے کہا ۔ "ہم نے راکٹ۔ بحری جہاز۔ موٹریں۔ ریل گاڑیاں۔ کشتیاں انسان کو ڈھونڈنے کے لئے استعمال کیں۔ زمین کا چپہ چپہ چھان مارا انسان کہیں پر نظر نہیں آیا۔"

" کہیں پر ایک انسان نہیں ۔ ؟" جاوید کے چہرے پر گہری ناامیدی کی جھلک تھی۔

سری دھر نے کہا۔ "تم آخری انسان ہو۔"

جاوید کے لہجے میں پھر تلخی آنے لگی ۔ "تم نے کیوں ان سب انسانوں

کو ختم کر ڈالا ۔"

"کیوں کہ ہم ان سے زیادہ طاقت ور تھے زیادہ ذہین تھے ۔ جو کچھ ہم ان سے سیکھنا چاہتے تھے وہ ہم سیکھ چکے تھے ۔ انسان کو ختم ہونا ہی تھا۔ دوسرا روبو بولا ۔

"ہم مالک بننا چاہتے تھے ۔" پانچواں روبو بولا ۔

جاوید نے کہا ۔ "تو تم نے انہیں غلاموں کی حیثیت سے ہی زندہ رکھا ہوتا ۔"

سری دھر بولا : "نہیں ہم ان پر مکمل بھروسہ نہیں رکھ سکتے تھے ۔ انسانی تاریخ پڑھو ۔ انسان نے کسی دوسرے جاندار کو نہیں بخشا ہے ۔ پھر وہ ہمیں کیسے بخش سکتا تھا۔ اس کا خاتمہ یقینی تھا ۔"

پہلے روبو نے کہا ۔ "ہمیں یہ سکھا دو ۔۔۔ کہ کیسے ہم ایک سے دو ہو سکتے ہیں ۔ انسان کی طرح ۔ ورنہ ہم ختم ہو جائیں گے ۔"

جاوید بولا ۔ "اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو تمہیں جانوروں کی طرح بچے پیدا کرنے ہوں گے ۔"

"وہ ہم کیسے کر سکتے ہیں ۔۔۔ ؟" چھٹا روبو بولا ۔ "جبکہ تم نے ہمیں جنس سے محروم کر رکھا ہے ۔"

سری دھر نے کہا ۔ "ہمارے سامنے ایک ہی ترکیب ہے ۔ فیکٹری میں پرانے دستور کے مطابق روبو ڈھالے جائیں جو مرتے روبوں کی جگہ لے سکیں ۔ تم ہم سے نقلی انسان بنانے کا فارمولا کیوں چھپا رہے ہو ۔۔۔ ؟"

"خدا گواہ ہے ۔ میں چھپا نہیں رہا ہوں ۔" جاوید نے ایک عجیب شدت کے عالم میں کہا ۔۔۔ "مگر وہ فارمولا کھو گیا ہے ۔"

"مگر وہ تو لکھا ہوا تھا اور اس کی ایک نقل بھی تھی" سری دھر بولا۔

جاوید نے کہا اسے جلا دیا گیا تھا — دونوں نقلیں جلا کر راکھ کر دی گئیں — تم ٹھیک کہتے ہو سری دھر۔ میں اس دنیا کا آخری انسان ہوں۔ مگر میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ میرے پاس تمہاری تخلیق کا فارمولا نہیں ہے چند ٹکڑے چند حصے . . . . . مگر مکمل فارمولا نہیں ہے۔ یہ سب ٹیسٹ ٹیوبیں بیکار ثابت ہوئی ہیں۔ ان میں گوشت بن جاتا ہے۔ زندگی پیدا نہیں ہوتی۔"

"تو پھر تجربے کرو — مزید تجربے کرو۔" سری دھر نے کہا۔

"کسی طرح سے ہمیں ہماری تخلیق کا راز واپس دے دو۔"

"سات سال سے اور کیا کر رہا ہوں۔" جاوید نے مایوسی سے کہا۔ اگر تم جان سکتے۔ تجربے کئے ہیں۔ ان سینکڑوں ٹیسٹ ٹیوبوں میں تمہارا خام مادہ بھرا ہے۔"

پہلا روبو بولا۔ "تو ہمیں بتاؤ۔ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ ہمیں سکھاؤ۔"

"میں تمہیں کچھ سکھا نہیں سکتا۔" جاوید نے ذرا بلند اور کڑے لہجے میں کہا۔ "ان ٹیوبوں میں زندگی پیدا نہیں ہوتی۔"

سری دھر بولا۔ "تو زندہ روبو لوگوں پر تجربہ کرو۔ آنکھیں چیر پھاڑ کے وہ ترکیبیں دیکھو۔ کس طرح انہیں جوڑا گیا ہے۔ کن اصولوں پر ان کی تخلیق کا فارمولا مرتب کیا گیا ہے۔"

"زندہ روبو پر تجربہ۔" جاوید بولا "یہ تو قتل ہوگا۔"

"ہم تمہیں اس کی اجازت دے دیں گے۔ مرکزی کمیٹی تمہاری

خدمت میں سینکڑوں ہزاروں نقلی انسان پیش کرنے کے لئے تیار ہے۔
تمہارے تجربہ کی خاطر۔ ہم ہر قیمت ادا کرنے کو تیار ہیں۔

"نہیں۔ نہیں۔" جاوید نے گھبرا کر کہا۔

سری دھر ضد کرتے ہوئے بولا — "زندہ روبو کو تو۔ اسے چیر پھاڑ کر دیکھو ایک نہیں ایک ہزار لو — ایک لاکھ لو —"

"نہیں نہیں یہ قتل ہوگا۔" جاوید نے کہا — "میرے بات کا رعشہ دیکھو اس خیال ہی سے مجھے گھن آتی ہے۔ کسی کو قتل کرنا ہے۔

"روبو کی تخلیق کا مقصد اس قدر عظیم ہے۔" پہلا روبو بولا۔" کہ اس کے لئے ایک لاکھ روبو کا قتل بھی جائز ہے —— اگر تم ہمیں مرحوم ڈاکٹر گھوش کا فارمولا دے سکو تو کچھ بھی جائز ہے۔"

جاوید اپنی کرسی سے اٹھا —— اور سری دھر کی چھاتی ٹھونک کر بولا۔ کیا تم اپنے جسم کی چیرا پھاڑی کے لئے تیار ہو۔؟"

سری دھر گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ چند لمحوں کے سکوت کے بعد بولا۔

"مجھے ہی کیوں چنا جا رہا ہے —— انتخاب میرا ہی کیوں ہو —"

"آہ ڈر گئے —" جاوید کے چہرے پر ایک اداس سی مسکراہٹ آئی۔

"اسی طرح دوسرے روبوں کے لئے سوچو۔"

یکایک سری دھر جوش سے بولا —— میں تیار ہوں —"

"نہیں تم تیار نہیں ہو —"

"میں بالکل تیار ہوں —"

"تو سامنے کی ٹیبل —— اس ٹیبل پر جس پر مرا سونے کا بستر رکھا ہے۔

اس پر جا کے کپڑے اتار کے لیٹ جاؤ ۔"

سری دھر نے اپنے سارے کپڑے اتار دیئے اور ٹیبل پر لیٹ گیا ۔

جاوید گھبرا کر بولا ۔۔ "نہیں نہیں ۔ مجھ سے یہ قتل نہ ہو گا ۔ مجھے ایک ہفتہ کی مہلت اور دو ۔ صرف ایک ہفتہ کی ۔ شاید یہ ٹیسٹ ٹیوب . . . : ."

جاوید نے ایک ٹیسٹ ٹیوب کی طرف اشارہ کیا ۔

"بہت اچھا ۔" پہلا روبو بولا ۔۔ "تمہیں ایک ہفتے کی مہلت دی جاتی ہے اس کے بعد تم زندہ روبوں لوگوں پر اپنے تجربے کروگے ۔۔

سری دھر بستر سے اٹھ کر کپڑے پہننے لگا ۔ دوسرے مرکزی کمیٹی کے اراکین بھی خاموشی سے باہر نکل گئے ۔

جاوید اپنی کرسی پر گر پڑا ۔

اس کی کنپٹیوں کے بال سفید ہو چکے تھے ۔ اس نے میز پر اپنی کہنیاں لٹکا دیں اور دونوں ہاتھوں میں اپنے سر کو لے کر بولا ۔

"زندگی ! زندگی !!"

وہ بہت تھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا ۔ ہولے ہولے اس کی آنکھیں خود بخود بند ہونے لگیں ۔ چند منٹوں میں وہ اپنی پر بیٹھا میز پر سر رکھ کر سو گیا ۔ اپنے خوابوں میں وہ اپنی شروعات کو لوٹ گیا ۔ جب پہلے انسان اور پہلی عورت کا جنم ہوا تھا ۔

دروازہ کھلا تھا۔ کرسی پر جاوید سو رہا تھا۔ تو لو لڑکی جس کا نام سیما تھا
اندر گھس آئی اور بڑی ادا سے بولی۔
"پروفیسر مجھے بہت سخت بھوک لگی ہے۔"
مگر جاوید گہری نیند سو رہا تھا۔ آج وہ سیما کی آواز پر بھی نہیں جاگا۔
سیما پیچھے سے آتے آتے پھر کہنے لگی: "پروفیسر مجھے کبھی زور کی بھوک نہیں لگتی۔ مگر آج جب میں اس بند کمرے کے قریب سے گزری تو ایک عجیب سی خوشبو میرے نتھنوں میں بس گئی۔ اس وقت اسے سخت بھوک لگ رہی ہے۔"
جب وہ جاوید کے بالکل قریب آ گیا تو اس نے دیکھا کہ پروفیسر گہری نیند سو رہا ہے۔ بیچارہ — سیما نے سوچا۔ رات دن تجربے کرتا رہتا ہے۔ تھک گیا ہوگا۔ اسے نہ جگاؤں۔ یہ ٹھیک نہ ہوگا۔ اسے سونے دوں۔ مگر — اس نے سوچا۔ مگر مجھے بھوک بھی تو لگی ہے نہ جانے کیسی خوشبو آتی تھی اس بند کمرے میں۔
کچھ سوچ کر سیما نے آہستہ سے پروفیسر کے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال

اس کے فلیٹ کی چابیوں کا گچھا نکال لیا۔ اور دبے پاؤں واپس چلی گئی۔ اس کے نتھنوں میں ابھی تک وہی خوشبو سمائی ہوئی تھی۔

وہ اٹھلا کر چلتے چلتے اس بند کمرے کے سامنے رکی۔ خوشبو کا ایک جھونکا سا آیا۔ عجیب سی خوشبو تھی اور ایسی خوشبو کسی پھول میں نہ تھی۔

مگر مجھے کتنے زور کی بھوک لگ رہی ہے۔ پہلے کچھ کھا لوں پھر ادھر آ کر اس کمرے کو کھولوں گی جس پر پروفیسر ہمیشہ تالہ لگائے رکھتا ہے۔ بیما نے سوچا۔

وہ چند قدم کچن کی طرف گئی۔ پھر کچھ سوچ کر واپس چلی آئی۔ ابھی تو پروفیسر سو رہا ہے۔ اس لئے ابھی سے دیکھ لینا ممکن ہو گا۔ ممکن ہے جب تک میں کھانا ختم کروں پروفیسر جاگ جائے اور میں اس خوشبو کے راز سے واقف نہ ہو سکوں۔

اس لئے بیما نے چابیوں کے گچھے کو اپنی ایک انگلی میں لٹکا کر بڑی ادا سے گھمایا۔ پروفیسر نے اسے ایسا خوب صورت بنایا تھا کہ وہ ہر زاویے سے اس بیما ہی لگتی تھی۔ وہ خود بخود مسکرائی۔ بند دروازے کے سامنے آ کر اس نے کئی چابیاں تالے میں گھمائیں۔ آخر میں ایک چابی سے تالہ کھل گیا۔

پھر بیما ٹھٹکی اندر جاؤں کہ نہ جاؤں۔

پروفیسر نے منع کر رکھا ہے۔

جانے اندر کیا ہو ——— کیا نہ ہو۔

مگر ایسی اچھی خوشبو کسی بری شئے سے نہیں آ سکتی۔ بیما نے سوچا مجھے ضرور دیکھ لینا چاہیئے۔

دھیرے سے اس نے دروازے کا ایک پٹ آہستہ آہستہ کھولا۔ پھر

دیوڑے سے اندر داخل ہوئی۔ دیوڑے نے اس کے پٹ اندر سے بند کر لیا۔

کمرے کا ایک حصہ بیڈ روم کی حالت میں رکھا گیا تھا۔ ایک عمدہ بستر۔ قریب ہی تپائی پر گلابی شیڈ کا ایک لیمپ۔ صراحی میں پھول۔ فرش پر قالیچہ۔

کمرے کا دوسرا حصہ ایک چھوٹی سی لیبارٹری پر مشتمل تھا۔ کچھ چھوٹی چھوٹی مشینیں۔ چند ہائپوڈرمک سرنجیں۔ کچھ ٹیسٹ ٹیوبیں۔ بوتلوں میں کچھ دوائیں۔ اور پروفیسر کی کرسی۔

اور دونوں حصوں کے درمیان ایک باریک لیس کا پردہ کھنچا ہوا تھا۔

سیما بیڈ روم کی طرف چلی گئی۔ اس نے آہستہ سے باریک لیس کا پردہ ہٹا دیا۔

بستر پر ارجن سو رہا تھا۔

ارجن کو دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئی۔ ایسا خوب صورت مرد اس نے زندگی میں نہ دیکھا تھا ــــ کبھی کبھی جب وہ آئینہ دیکھتی تھی اسے خوبصورتی کا احساس ہوتا تھا مگر یہ احساس کچھ کچھ مختلف تھا۔ کیونکہ یہ سوتا ہوا پیکر خود اس سے مختلف تھا۔ وجیہہ شاندار چہرہ چوڑا سینہ، پتلی کمر، مضبوط ہاتھ، ہاتھوں کی مچھلیاں ابھری ہوئی۔ چوڑے سینے پر بال۔ آنکھیں مندی ہوئیں۔ گہری نیند میں ڈوبی ہوئیں۔

وہ اور قریب چلی گئی۔ خوشبو۔۔۔ خوشبو۔

سیما نے گلدان کے پھولوں کو سونگھا۔ اس کا خیال تھا شاید خوشبو

ان پھولوں سے آ رہی ہے۔

مگر نہیں وہ خوشبو ہی اور تھی اور سوئے ہوئے روبو کے جسم سے آ رہی تھی۔

سیما کا جی چاہا کر وہ سوئے ہوئے روبو کے سینے پر سر رکھ دے۔ اسے خیال آیا۔ ایسا مجھے کیوں محسوس ہو رہا ہے۔ آج تک کسی روبو کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں آیا۔ کئی روبو ایک سے ہوتے ہیں نہ تو وہ مسکراتے ہیں نہ ہنستے ہیں۔ نہ ان کے پاس خوبصورتی کی کوئی حس ہے۔

بستر کے قریب دیوار سے لگا ہوا ایک طویل و عریض آئینہ دیوار سے جڑا ہوا تھا۔ جس میں وہ اپنے آپ کو دیکھ سکتی تھی اور سوئے ہوئے روبو کو بھی ——

خوشبو۔ خوشبو۔ عجیب سی خوشبو اس کے بدن سے نکل رہی ہے۔ دو تین بار اس نے لمبی لمبی سانسیں لیں اور سوئے ہوئے روبو کے بدن کی خوشبو نے سیما کو نڈھال کر دیا۔ پھر اس کا جی چاہا وہ اپنے جسم کو اس کے سینے پر گرا دے اور اس سے لگ کر اس کے بدن کی ساری خوشبو کو ایک ریشمی لمس کی طرح اپنے گرد لپیٹ لے ——

بڑی مشکل سے اس نے اپنے آپ کو روکا۔ سر سے پاؤں تک اس حسن اور قوت میں ڈھلے پیکر کو دیکھا۔

یکایک اس کا جی چاہا۔ وہ اسے جگا دے۔ اس سے باتیں کرے۔ وہ دھیرے دھیرے ایک عجیب ادا سے چلتی ہوئی۔ اٹھلاتی ہوئی۔ ایک ہاتھ نیچے دوسرا ہاتھ بلند کئے ہوئے چٹکے ہو نٹ کو دانتوں سے

دباے ہوئے پاؤں آگے بڑھی اور جھک کر سوئے ہوئے پیروں میں گدگدی کرنے لگی۔ اس کی سمجھ میں خود نہیں آرہا تھا کہ اس کے پاؤں میں گدگدی کا خیال اسے کیوں آیا۔ وہ اس کا شانہ پکڑ کر جھنجوڑ کر جگا بھی سکتی تھی۔

ایک عجیب شریر مسکراہٹ سے اس کا چہرہ روشن ہوگیا۔ جانے آپ ہی آپ اس کے دل میں کسی کو گدگدی کرنے کا خیال کیوں آیا۔ اسی وقت کیوں آیا۔ اس سے پہلے کیوں نہیں آیا۔ وہ جو ہمیشہ خلاء میں کسی کو گھورتی یا ڈھونڈتی رہتی تھی۔ اس وقت ایک نہایت شریر لڑکی کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔

سوئے ہوئے پیکر کے جسم میں ایک ارتعاش سا پیدا ہوا۔ بے حد خفیف سوئے ہوئے پیکر کے چہرے پر ایک خفیہ تبسم سا دکھائی دیا۔ جیسے کوئی خواب میں مسکرا دے۔ مگر وہ سویا رہا۔

سیما کے چہرے کی شریر مسکراہٹ گم ہوگئی۔ اس نے گدگدی چھوڑ کر اس کے پاؤں کو ہلانا شروع کیا —— دھیرے دھیرے وہ اس کے پاؤں دبانے لگی۔ جانے اس کا جی کیوں چاہ رہا تھا کہ وہ اس کے پاؤں دبائے۔ وہ کون ہوتا ہے اس کا۔ کوئی بھی نہیں۔ کوئی رویو کسی دوسرے کا کوئی نہیں ہوتا——

سیما پاؤں کی طرف سے پلٹ آئی۔ اب وہ اس کے سر کے قریب کھڑی تھی۔ اور سوئے ہوئے پیکر کے چہرے کو دیکھ رہی جو اس وقت مسکرا رہا تھا۔ جیسے کوئی بھولا بچہ خواب میں مسکرا دے۔ ہونٹ ذرا ذرا سے کھلے تھے——

ان آدھ کھلے ہونٹوں کو دیکھ کر عجیب سی پھریریاں سیما کے دل و دماغ

میں پھوٹنے لگیں۔ ایک لخت وہ گھوم گئی۔ گلدان کے قریب پہنچی۔ گلدان
سے کارنیشن کا ایک سفید پھول توڑ کر اس نے اپنے بالوں میں لگا
لیا۔ سامنے دیوار پر لگے طویل و عریض آئینے میں وہ ارجن کو
دیکھ رہی تھی۔ سوتا ہوا۔ اور اپنے آپ کو بالوں میں پھول
لگائے ہوئے۔

بالوں میں پھول لگا کر اس نے اپنے آپ کو سراہا۔ پھر گھٹنوں کے
بل ارجن کے چہرے کے قریب جھک گئی ــــ

یکایک کسی غیر مرئی طاقت نے کسی ان دیکھے انجانے احساس نے
اسے مجبور کر دیا کہ وہ سوئے ہوئے پیکر کے ہونٹوں پر اپنے
ہونٹ رکھ دے۔

اس کی آنکھیں خود بخود بند ہوتی چلی گئیں۔ اس کے ہونٹ ان ہونٹوں
میں پگھلتے چلے گئے۔ سارے جسم میں میٹھی میٹھی چنگاریوں کی روشنی
دوڑ رہی تھی۔

یکایک سوتے ہوئے پیکر نے آنکھیں کھول دیں۔

سیما لجا کر۔ شرما کر۔ گھبرا کر پرے ہٹ گئی۔

وہ سویا ہوا پیکر اٹھ بیٹھا۔ اور تحیر زا نگاہوں سے اسے دیکھتے
ہوئے بولا: "تم کون ہو ــــ؟"

"میں سیما ہوں۔"

"تم سیما ہو ــــ تو میرا نام ارجن ہے۔"

"تمہیں اپنا نام کیسے معلوم ہوا۔؟" سیما نے اس سے پوچھا۔

"مجھے معلوم نہیں۔ مگر میرے دل میں کوئی مجھ سے کہتا ہے کہ میرا نام

ارجن ہے۔"

"ارجن ... ارجن ..." سیمانے سسکی لی۔

ارجن نے اپنی دونوں باہیں پھیلا دیں۔ بولا: "میرے پاس آ جاؤ۔ دور کیوں چلی گئی ہو۔ جب تم دور جاتی ہو تو میرے دل کو کچھ ہونے لگتا ہے۔"

"کیا ——؟"

"کچھ نہیں بتا سکتا۔" سورج کی تیوری اس کے فراخ روشن ماتھے پر ابھری۔ اس سے ارجن سیما کو بہت اچھا لگا۔

وہ اس کی باہوں میں چلی گئی —— سمٹ گئی —— سما گئی۔ اس کے سینے پر سر رکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوا سیما کو جیسے یہ سینہ صرف اس کے لئے بنا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب عجیب خواب جھلملانے لگے۔ پھر آراستہ پلکوں کی صف سرخ ہوتے ہوتے رخساروں پر گر گئی ——

ارجن کے بازوؤں کا حلقہ اس کے گرد مضبوط ہوتا گیا۔

جاوید کرسی پر سویا ہوا تھا۔ وہ دونوں اس کی کرسی کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ سیما اور ارجن ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے۔

"سو رہا ہے ــــ" سیما نے آہستہ سے کہا۔

"ایسا لگتا ہے جیسے میں پہلے بھی اس کمرے میں لایا جا چکا ہوں۔ جیسے میں اس پروفیسر کے ہاتھوں سے واقف ہوں۔" ارجن کے چہرے پر پھر کسی سوچ کی لکیر ابھری۔ "یہ دیکھو ــــ یہ دیکھو۔" ارجن نے میز پر بہت سی مختلف رنگ کی ٹیسٹ ٹیوبیں دیکھ کر کہا۔

"ان ٹیوبوں کو لے کر یہ انسان کیا کرتا رہتا ہے؟" سیما نے ارجن سے پوچھا۔

"یہ تجربے کرتا ہے۔ ناں ناں ان ٹیوبوں کو مت چھوؤ ــــ"

"میں نے اسے اس آلے میں جھانکتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"یہ خوردبین ہے۔" ارجن نے گہری واقفیت سے کہا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہے؟" سیما حیرت زدہ ہو کر بولی۔ "تم تو بند دروازے کے اندر سو رہے تھے؟"

"مجھے معلوم ہے بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔ کیسے معلوم ہوا یہ نہیں جانتا۔"

ارجن نے جواب دیا۔
ارجن نے آگے بڑھ کر میز پر پڑی سائنس کی کتاب کے ورق الٹے۔
آہستہ سے بولا۔ میں اس کتاب کو بھی جانتا ہوں۔ جیسے کہیں دیکھا ہے اسے۔ اس انسان کو پڑھتے ہوئے مگر بہت سی چیزیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"وہ دیکھو ——— یسما نے کھڑکی سے باہر اشارہ کرتے ہوئے کہا۔؟"

"کیا ہے۔؟"

"سورج سمندر سے ابھر رہا ہے۔"

"میں جانتا ہوں یہ سب سے اچھی اور ضروری بات ہے۔ سمندر سے سورج نکل رہا ہے۔ سورج زندگی کا راز ہے۔"

"کسی راز کو جاننے کی کوشش نہ کرو ارجن۔ اس سے ہمیں کیا ملے گا۔ ادھر کھڑکی میں آؤ ——— اور دیکھو ——

"کیا ——— ؟

"دیکھو کہ ابھرتا ہوا سورج کس قدر درخشاں ہے۔ کس قدر سنہرا پہلی کرنوں سے کیسی خوشبو آتی ہے۔ جیسے تمہارے بدن سے آتی ہے۔"

"تمہارے بدن سے بھی آتی ہے۔ مگر وہ چاند کی کرنوں کی ہے ———"

"مجھے آج عجیب عجیب سا لگ رہا ہے۔ سب کچھ عجیب اور پراسرار جیسے میں ایک تنگ سپنے میں تھی۔ میرا سارا بدن دکھتا ہے۔ میرے دل

یں درد سا ہوتا ہے۔ ارجن کہیں میں مر تو نہیں رہی ہوں —— ؟"

"جب تم میری باہوں میں تھیں۔ مجھے ایسا لگا۔ میں بھی مر جاؤں گا۔ جیسے میرا سارا جسم تمہارے لئے رو رہا ہو۔ مگر میں تو سو رہا تھا۔ تم کہتی ہو۔ مگر میں نے سپنوں میں بھی تم کو دیکھا تھا اور تم سے باتیں کی تھیں۔

"نیند میں — ؟"

"ہاں وہ کوئی عجیب سی زبان تھی جس میں ہم دونوں باتیں کر رہے تھے۔"

"کیا باتیں تھیں وہ — ؟"

"کون جانے۔ مگر اس سمے جو تم نے کہا۔ جو میں نے کہا۔ جو تم نے سنا جو میں نے سنا اس سے زیادہ خوب صورت کبھی کچھ نہ تھا۔ وہ سپنوں کی زبان تھی اور جب تم نے اپنے ہونٹوں سے میرے ہونٹوں کو چھو لیا تھا۔ تو میں اس سمے مر سکتا تھا۔ مگر میں جی گیا اور میں نے تمہیں چھو لیا —— تمہارے چھونے کے احساس بھی اس دنیا کے ہر احساس سے مختلف ہیں ——"

"اس جزیرے میں بے مقصد آوارہ گھومتے میں نے بھی ایک جگہ ڈھونڈی ہے بڑی عجیب سی جگہ ہے۔ چاروں طرف اونچے اونچے پیڑوں سے گھری ہوئی۔ پیڑ اور سرکنڈے۔ اور ایک چھوٹا سا تالاب جہاں میں نے اپنی عورت دیکھی تھی اور اس تالاب کے کنارے ایک کاٹیج کا عکس لرز رہا تھا۔ پھر ——"

وہ چپ ہو گئی۔

پھر کیا ہوا ؟ " ارجن نے سانس روک کر پوچھا۔

" پھر دو پیارے پیارے سے کتے کہیں سے دوڑتے ہوئے میرے پاس آگئے اور وہ میرے پاؤں چاٹنے لگے اور مجھے ایسا لگا جیسے کاٹج میں کبھی انسان رہتے ہوں گے ۔ وہ انسان جن سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے شاید۔ مگر ان کتوں کا میرے پاؤں کو چاٹنا بڑا عجیب اور پھر عجیب سا بھی نہ لگا۔ میں ان سے کھیلنے لگی اور میرے ہاتھ چاٹنے لگے ۔ دو پیارے سے ننھے ننھے سے کتے ۔ ان کے جسم کے بال لمبے ۔ گھنے، ملائم اور ریشمی تھے ۔۔۔ آؤ ارجن وہاں چلیں ۔۔۔ وہ کاٹج میری طرف ایسے دیکھتی تھی جیسے ہم دونوں کا انتظار کر رہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شاید وہاں ۔ ہو گا۔ کچھ ہونے والا ہے ۔

" کیا ۔۔۔ ؟

" میں تو نہیں سمجھ سکتی ۔ ارجن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں کون ہوں ۔ میرا مصرف کیا ہے ۔ میں کس لئے ہوں ۔ ؟ "

" یہ تو میں بھی نہیں جانتا ۔۔۔ اتنا جانتا ہوں ۔ کہ تم اس دنیا میں سب سے خوبصورت ہو ۔۔۔ اور میں سب سے طاقتور ہوں ۔ اور میرا نام ارجن ہے ۔

" کیا سچ مچ ۔ میں بہت خوبصورت ہوں ارجن ؟ ہوں گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر خوبصورتی کس کام کی ہوتی ہے ۔۔۔ ؟ خوبصورت تو تم بھی ہو مگر مختلف طرح کے ۔ دیکھو تو تمہارا سر مجھ سے بڑا ہے ۔ سر کے بال بھی چھوٹے ہیں مگر شانے کتنے چوڑے ہیں ۔۔۔ اور ہونٹ ۔ ۔ ۔ ۔ اور تمہارے بال کیسے الجھ گئے ہیں ۔ لاؤ انہیں ٹھیک کر دوں ۔ "

سیما ارجن کے بالوں سے کھیلنے لگی۔ ارجن کے سارے جسم میں
پھریریاں دوڑنے لگیں۔
"کیا ہے ارجن۔؟"
"جب تم مجھے چھوتی ہو تو میرے دل کی دھڑکن بے اختیار بڑھ
جاتی ہے یہ ہمیں کیا ہو رہا ہے —— سیما ان باتوں کا کیا
مطلب ہے ——؟"
"چھوڑو بھی ——" سیما زور سے ہنس پڑی "ہمیں کسی مطلب سے
کیا لینا۔ بس یہی کافی ہے کہ تم ہو —— میں ہوں۔"
وہ پھر اس کا ہاتھ جھلاتے ہوئے زور سے ہنسی۔
یکایک جاوید جاگ گیا۔ اور حیرت سے کہنے لگا "ایں؟۔ انسان
کی ہنسی کہاں سے آئی —— اس نے پلٹ کر دیکھا۔
اس کے سامنے ارجن اور سیما کھڑے تھے۔
"تو تم جاگ گئے؟" پروفیسر جاوید نے پوچھا۔ "کس نے تمہیں
جگا دیا۔؟"
"میں نے" سیما نے کچھ شرما کر کہا۔ اس نے لپک کر ارجن کا
ہاتھ چھوڑ دیا۔
ارے —— ؟ جاوید حیرت سے بولا "تمہیں شرم آ رہی ہے
لاج سے تمہارا چہرہ سرخ ہو رہا ہے۔ ایسا تو کسی روبٹ کا نہیں
ہوتا۔ میرے پاس آؤ۔"
ارجن نے سیما کو پیچھے دھکیل کر خود آگے بڑھ کر کہا ——
جناب اسے خوف مت دلائیے۔ وہ ڈر جائے گی۔ وہ ڈر

رہی ہے ۔"

"تو کیا اس کی حفاظت کے لئے آ رہے ہو۔؟" پروفیسر جاوید نے حیرت سے کہا — "یہ کیا ہو رہا ہے۔ شرم۔ لاج ۔ڈر۔ سوچ۔ کسی کی حفاظت کا خیال ۔میرا خیال ہے۔ مجھے تم پر تجربہ کرنا چاہیئے۔ روبی لڑکی چلو چیر پھاڑ والے کمرے میں ۔"

"کیوں ؟" ارجن نے پوچھا۔

"میں اسے چیر پھاڑ کر اس پر تجربہ کرنا چاہتا ہوں ۔"

"سیما پر ؟" ارجن نے بگڑ کر پوچھا۔

"ہاں —" جاوید نے مضبوط لہجے میں کہا — "میں نے سری دھر سے وعدہ کر رکھا ہے۔ مجھے ان کو بتانا ہے کہ روبو بنانے کا فارمولا کیا ہے —؟"

ارجن بولا — "اگر تم نے سیما کو ہاتھ لگایا تو میں تمہاری جان لے لوں گا۔

"تو لے لو —" جاوید بے جھجک بولا — "مگر میرے مرنے کے بعد تمہارا اور دوسرے روبوں کا کیا حشر ہوگا — یہ بھی سوچ لو۔"

ارجن نے کہا "تو جناب مجھے چیر پھاڑ والے کمرے میں لے چلیئے۔ اسے چھوڑ دیجئے ، میری زندگی لے لیجئے۔"

"نہیں — نہیں ۔" اب سیما آگے بڑھ کر کہنے لگی "تم نہیں جاؤ گے ۔"

"ٹھہرو — ٹھہرو —" جاوید نے اسے روکتے ہوئے کہا۔ اور ارجن کی طرف دیکھ کر بولا —

"کیا تم زندہ رہنا نہیں چاہتے؟"

"اس کے بغیر نہیں۔" ارجن نے سر ہلا کے کہا۔

"ٹھیک ہے تو میں تمہیں استعمال کر لوں گا۔" جاوید بولا: "چلو اس کمرے میں۔" جاوید نے اشارہ کیا۔

یکایک سیما رونے لگی۔ روتے روتے بولی: ارجن۔ ارجن۔"

"آنسو۔ آنسو۔۔۔ روبو تو کبھی نہیں روتے۔ لڑکی تمہیں ہوا کیا۔ ایک روبو اس دنیا سے کم ہو رہا تھا تمہیں اس سے کیا۔؟" جاوید حیرت زدہ ہو رہا تھا۔

"۔۔۔ مجھے لے چلو۔ مگر اسے چھوڑ دو۔" سیما مضبوطی سے بولی۔

"کیا تم چلو گی۔ اس کے لئے اپنی جان قربان کر دو گی۔؟"

"ہاں اس کمرے میں جاؤں گی کٹنے کے لئے۔ مرنے کے لئے۔ مسٹر ارجن مجھے جانے دو۔"

"نہیں سیما تم نہیں جاؤ گی۔ میں جاؤں گا۔"

"اگر تم گئے تو میں خود کشی کر لوں گی۔"

"ٹھہرو۔" جاوید بولا: "یہ میں کیا سن رہا ہوں۔ بھولے بسرے الفاظ پھر سے میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ قربانی۔ ایثار۔ محبت۔۔۔ یہ تو ہمارے جذبے تھے۔ کبھی۔ سنو بچو۔" جاوید نے سر جھکا لیا۔ اور کچھ دیر سوچتا رہا۔۔۔ پھر سر اٹھا کے کہنے لگا۔۔۔ کیا تم نے اپنے رہنے کی جگہ دیکھ لی ہے؟"

"ہاں۔" سیما پر شوق لہجے میں بولی: "ایک چھوٹی سی کاٹیج ہے۔ تالاب کے کنارے۔ وہاں دو کتے ہیں اور تالاب میں بطخیں تیر

رہی ہیں ۔ اور چاروں طرف ناریل کے گہرے جھنڈ ہیں اور اونچے اونچے سرکنڈے ۔

" اور کوئی روبو وہ جگہ نہیں جانتا — ؟

" نہیں ۔"

" تو تم دونوں اس وقت چلے جاؤ اور یاد رکھو کبھی اس فیکٹری کی طرف بھی مت آنا — "

" ارجن نے سیما کا ہاتھ پکڑ لیا اور خوشی سے بولا ۔" سیما آؤ ۔ وہیں چلیں ۔ شکریہ پروفیسر ۔ شکریہ — "

وہ دونوں جا رہے تھے ۔ ایک لمبی غلام گردش سے نکل رہے تھے ۔ پروفیسر کی آنکھیں غم ناک تھیں ۔ یکایک سرہی دھر اندر آ کے پوچھنے لگا ۔

" وہ دونوں کون تھے ۔ ؟ "

" آدم اور حوّا ۔ !! " جاوید نے تقدیس بھرے لہجے میں کہا ۔

کرشن چندر کے خوبصورت ناول

اس کا بدن میرا چمن
کارنیوال
بمبئی کی شام
محبت بھی قیامت بھی
مشینوں کا شہر

نسیم بکڈپو۔ کچہری روڈ لاہور